لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس
او قال من ابناء فارس حتى يتناوله (مسلم ج ۲ ص ۳۱۲)

امام اعظم ابو حنیفہؒ

عزم واستقلال ○ تابعیت ○ صحابہ کرامؓ سے روایات

تالیف

مولانا محمد فیاض خان سواتی

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کا عزم و استقلال

یہ اسلام کا وہ دور تھا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیائے کفر و شرک پر یلغار کرتے ہوئے صحرائے عرب سے تجاوز کر چکے تھے اور اسلام کی سربلندی اور سطوت کے جھنڈوں کو آفاق عالم میں گاڑ چکے تھے۔ کوفہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کا دار الخلافہ تھا جہاں بیشتر صحابہ کرامؓ کی سکونت بابرکت سے علوم و عرفان کے گہرے نقوش ابھی باقی تھے۔ جہاں ابوبکرؓ کی صداقت و شرافت، عمرؓ کی عدالت، عثمانؓ کی سخاوت، علیؓ کی شجاعت، معاویہؓ کی سیاست و فراست، حسنؓ و حسینؓ کی متانت و دیانت سے پروردہ اور صحبت یافتہ افراد ابھی موجود تھے۔ اور صحابہؓ کی ایک خاصی تعداد بھی اطراف عالم میں اسلام کی حقانیت کی صدا بلند کر رہی تھی، علم و عمل کا زور تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری کی فراوانی تھی، شجاعت و بہادری کا دور دورہ تھا۔ اس پر وقار دور میں جبکہ دولت مروانیہ کا دوسرا تاج دار عبد الملک ابن مروان المتوفی ۸۶ھ مسند خلافت پر متمکن و جلوہ گر تھا، کوفہ کے ایک مشہور تاجر ثابت کو چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت و خوب سیرت فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ والدین نے اس کا نام نعمان رکھا جو اپنے علم کی وسعت و عمق اور گہرائی کی وجہ سے بعد میں "امام اعظم ابو حنیفہ" بنا اور اقوام عالم پر اپنی فقاہت کی جولانیوں و بلندیوں کے بل بوتے پر ہر دلعزیز ہوا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہونے والا یہ فرزند اسلام ۱۵۰ھ میں اپنے خالق و مالک سے جا ملا لیکن اپنی ستر سالہ زندگی میں جو قرآن و سنت، فقہ و عقائد و کلام اور دیگر علوم و فنون میں گراں قدر و نمایاں جواہر پارے چھوڑ گیا وہ رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لیے سرمایہ زیست ہیں اور حق و بے باکی کی جو روایت بے مثال وہ مرد آہن ڈال گیا ہے وہ ناقابل تسخیر ہے۔ تاریخ ظالموں اور مظلوموں کی طویل و عریض داستانوں کو اپنے اوراق میں سموئے ہوئے ہے۔ امام اعظمؒ کی استقامت ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے سلطان وقت کے سامنے نہ صرف اعلائے کلمتہ اللہ کی صدا بلند کی بلکہ اپنی بات کی صداقت پر مرتے دم تک ڈٹے رہے۔ ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے حق کی بات کہہ دینا کوئی مشکل بات تو نہیں ہوتی مگر اس حق بات پر ڈٹ جانا اور عزم و دلیری سے ہر قسم کی تکلیف و مصیبت اور مشقت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا حتیٰ کہ اپنی جان عزیز سے ہاتھ بھی دھو ڈالنا انتہائی مشکل بات ہوتی

ہے اور یہ خوبی صرف اولوا العزم انسانوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحماد المتوفی ۱۳۲ھ کے عہد حکومت میں عراق کے جابر و ظالم گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے اپنے اقتدار کو مستحکم و مضبوط بنانے کی خاطر اور عوام و خواص کا تعاون خصوصاً علمائے وقت کا تعاون حاصل کرنے کے لیے سیاسی طور پر عہدۂ قضاء امام اعظم ابو حنیفہؒ کو پیش کرنا انتہائی ضروری سمجھا' لیکن امام اعظمؒ نے اپنی دوربین نظر سے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اور حکومت وقت کے ظلم و جور' بے اعتدالیوں اور بد عنوانیوں کے پیش نظر اس عہدہ جلیلہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا جیسا کہ تاریخ بغداد ص ۳۲۴ ج ۱۳ میں موجود ہے۔ ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہؒ سے کوفہ کی قضا کے بارے میں گفتگو کی' لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے حکم دیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے لیے ایک سو کوڑے سزا دی جائے بایں ہمہ امام اعظمؒ نے یہ بات تسلیم نہ کی۔ اس کے بعد امام صاحبؒ کو قید کر دیا گیا اور کچھ مدت کے بعد انہیں پھر قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کا عہدہ پیش کیا گیا جیسا کہ مناقب موفق (ص ۱۷۳ ج ۲) میں موجود ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو کئی دن قید کر کے ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ان کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا جائے مگر وہ اس سے بالکل منکر ہو گئے اور اس کے بعد ان کو ــــ یہ پیشکش کی گئی کہ وہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کریں اور تمام قاضی ان کے حکم سے اسلامی شہروں میں مقرر کیے جائیں۔ (مناقب موفق ص ۱۷۲ ج ۲)

اس کے بعد بیت المال بھی ان کے سپرد کرنے کی کوشش کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ ذمہ داری کی مہران کے سپرد کی جائے گی اور کوئی دستاویز اور بیت المال سے کوئی مال بر آمد نہیں کیا جائے گا مگر انہی کے حکم اور ہاتھ سے (معجم ص ۱۷۷ ج ۲) اس کے بعد بادشاہ نے انہیں یعنی امام صاحبؒ کو اختیار دیا کہ یا تو ان کی پشت اور پیٹھ پر سزا کے کوڑے برسیں اور یا وہ وزیر خزانہ کا عہدہ سنبھال لیں۔ امام صاحبؒ نے آخرت کی سزا پر ان کی سزا کو ترجیح دی اور یہ عہدہ قبول نہ کیا۔ (مناقب موفق ص ۱۷۷ ج ۲) اس کے بعد بادشاہ کے گورنر ابن ہبیرہ نے ایک قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ وہ اس کے سامنے حاضر ہو' کیونکہ اس نے ان (امام صاحب رحمہ اللہ) سے بیت المال کے سپرد کرنے کی پیش کش کی مگر وہ نہ مانے اور اس نے ان کو کوڑوں کی سزا دی۔ (الخیرات الحسان ص ۵۸) حتی کہ امام صاحبؒ کی والدہ نے بھی یہ کہا کہ بیٹے! یہ عہدہ قبول کر لو لیکن انہوں نے فرمایا کہ اماں جان! جس بات کو میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتیں (صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص ۶۳ ج ۲) اس کے علاوہ امام صاحبؒ کے خیر خواہ اور ہمدرد حضرات نے بھی اس سے آگاہ کیا تھا کہ ابن ہبیرہ نے یہ قسم اٹھائی ہے کہ

اگر یہ عہدہ انہوں نے قبول نہ کیا تو ان کے سر پر بیس کوڑے لگائے جائیں گے۔ (مناقب ملا علی القاری ص ۵۰۵ ج ۲)

مگر اس عزم و استقلال اور ہمت کے کوہ ہمالیہ نے تمام ناصحین کے ان مشوروں اور ہمدردیوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور قید و بند کی تمام مشقتوں' مصیبتوں اور صعوبتوں کو برداشت کر لیا اور انہوں نے اپنے تمام خیر خواہوں کو یہ جواب دیا کہ میں کیسے یہ عہدہ قبول کر لوں جبکہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس حکم پر مہر تصدیق لگاؤں گا۔ خدا کی قسم میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہ کروں گا۔ (مناقب صدر الائمہ ص ۲۴ ج ۲)

امام صاحبؒ کے اس جواب پر ابن ہبیرہ غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور اس نے خدا کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا کر رہوں گا اور ابو حنیفہؒ کو سخت ترین سزا دوں گا لیکن امام صاحبؒ اپنے نظریہ سے بالکل نہ ٹلے' انہوں نے جواب دیا کہ ابن ہبیرہ کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے۔ بخدا میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔ (مناقب کردی ص ۲۶ ج ۲)

تمام طریقے آزما لینے کے بعد جب حضرت امام ابو حنیفہؒ عہدہ قضا کو قبول کر لینے کے لیے تیار نہ ہوئے تو ان کو سزا دی جانے لگی لیکن ہمت کے اس کوہ ہمالیہ نے اپنی پیرانہ سالی ضعف و ناتوانی کے باوجود کوڑوں کی سزا اپنے کمزور' نحیف اور نازک جسم پر برداشت کر لی' لیکن جابر و ظالم کے ظلم و جور کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا جیسا کہ مناقب موفق ص ۱۷۵ ج ۲ میں ذکر ہے کہ ہر روز ان کو باہر نکالا جاتا اور منادی کرائی جاتی' جب لوگ جمع ہو جاتے تو ان کے سامنے ان کو روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی' پھر ان کو گھمایا جاتا۔ اس طرح بارہ دن سزا دی جاتی رہی اور ایک سو بیس کوڑے پورے کیے گئے اور بازاروں میں ان کو پھرایا جاتا رہا۔ جب اموی دور ختم ہوا اور عباسی دور کا آغاز ہوا' خلیفہ سفاح کے بعد ابو جعفر منصور المتوفی ۱۵۸ھ نے خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے بھی امام صاحبؒ کی علمی و عملی شہرت کو اپنے لیے آلہ کار بنانے کی ضرورت محسوس کی تا کہ وہ اس کے ذریعہ عوام و خواص نیز علماء کی تائید حاصل کر سکے۔ بغدادی ص ۳۲۸ ج ۱۳ میں ہے کہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدۂ قضا قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ نہ مانے تو اس نے ان کو قید کر دیا۔ اس انکار کے بعد ابو جعفر نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا لیکن امام صاحبؒ نے اس کے قبول

کرنے سے بھی صریح انکار کر دیا جیسا کہ الخیرات الحسان ص ۶۱ میں موجود ہے کہ تمام بلاد اسلامیہ کے قاضی ان کے ماتحت ہوں مگر وہ صاف انکار کر گئے۔ اس انکار پر ابو جعفر نے غصہ میں آکر امام صاحبؒ کو کوڑوں کی سزا دی جیسا کہ ملا علی القاریؒ ذیل الجواہر ص ۴۹۲ ج ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابو جعفر منصور نے جب امام صاحبؒ کو عہدۂ قضا پیش کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس نے ان کو تیس کوڑے سزا دی یہاں تک کہ خون ان کے بدن سے نکل کر ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا اور مناقب صدر الائمہ ص ۲۱۵ ج ا میں تحریر ہے کہ ابو جعفر منصور نے امام صاحبؒ کے عہدہ قضا سے انکار کرنے پر ان کو کپڑوں سے بالکل ننگا کر کے تیں کوڑوں کی سزا دی اور خون ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا۔ امام صاحبؒ چار سال ایسے مظالم جیل میں قید رہتے ہوئے برداشت کرتے رہے اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے تو ابو جعفر منصور نے امام صاحبؒ کی بے خبری میں جیل کے اندر ہی ان کو زہر دلوا دیا۔ زہر دلوانے کی وجہ سے ان کی وفات ہو گئی (بغدادی ص ۳۳۰ ج ۱۳) امام صاحبؒ نے جب زہر کا اثر محسوس کیا تو سجدے میں گر گئے اور اسی حالت میں شہادت پا گئے۔ جیل کے عملہ نے لوگوں میں یہ خبر مشہور کرنے کی ناکام کوشش کی کہ ان کی وفات طبعی ہوئی ہے۔ مناقب کردی ص ۳۵ ج ۲ میں موجود ہے کہ پھر ابو جعفر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کر دیا جائے' ان کو پیٹا بھی جائے تاکہ زہر جلدی ان کے اعضاء میں سرایت کر جائے تو ایسا ہی کیا گیا اور مناقب موفق ص ۱۷۴ ج ۲ میں ہے کہ امام صاحبؒ پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی قسم کی تنگی کی گئی اور الخیرات الحسان ص ۶۲ میں ہے کہ ایک جماعت یوں روایت کرتی ہے کہ امام صاحب کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تاکہ وہ اس کو نوش کر لیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کو زمین پر لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ ۱۵۰ھ میں امام مظلوم کی وفات ہو گئی۔ چھ مرتبہ ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور دفن کرنے کے بعد بھی بیس دن تک لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (سیرۃ نعمان ص ۴۲)

امام صاحبؒ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے آنے والی نسلوں کے لیے استقلال و استقامت کا بہترین اور اعلیٰ نمونہ قائم کیا اور حق پر قائم و دائم رہنے والوں کے لیے عمدہ ترین اسوہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

تابعیتِ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جن کا نام نامی نعمان ہے۔

آپ کوفہ کے ایک مشہور تاجر ثابت کے ہاں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے جبکہ اس وقت تیرہ سے زیادہ صحابہ کرامؓ کا وجود اس دنیا میں تھا اور آپ ۱۵۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اپنی ستر سالہ زندگی میں اسلام اور دین حق کی جو گراں قدر دینی خدمات انہوں نے سر انجام دیں، وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ جہاں ایک بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے وہاں نہایت عبادت گزار اور متقی انسان بھی تھے، علوم و فنون سے مالامال، سخاوت میں پیش پیش اور استقلال و بہادری میں شجاع القلب بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ناقدین بھی آپ کے علمی تبحر، ذکاوت اور فقاہت میں گہرائی اور عمق کے معترف ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور صفات سے نوازا تھا جن میں سے ایک بہت بڑی صفت یہ بھی ہے کہ آپ تابعیت کے بلند پایہ مرتبہ پر بھی فائز تھے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے صحیح مصداق بھی تھے کہ طوبی لمن رآنی وآمن بی وطوبی لمن رای من رانی (جامع صغیر ص ۳۲۷ ج ۲ للسیوطی و تدریب الراوی ص ۲۳۵ ج ۲) "خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا (یعنی صحابہ کرامؓ) اور خوشخبری ہے اس کے لیے بھی جس نے دیکھا اس کو جس نے مجھے دیکھا (یعنی تابعینؒ)" یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ)، امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) میں صرف ایک امام ابو حنیفہؒ ہی ایسے ہیں جنہیں تابعیت جیسا بلند مرتبہ حاصل ہے اور باقی ائمہ اس رتبے کو نہیں پہنچ پائے اور امام ابو حنیفہؒ ان ائمہ سے علم و عمل، تقویٰ، پرہیز گاری اور عمر میں بڑا ہونے کی وجہ سے امام اعظمؒ کہلائے اور بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ حدیث نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور خوشہ چینی کی۔ آپ کا فقہی مسلک دنیا کے کونے کونے میں پھیلا اور مسلمانوں کی سواد اعظم ان کی تقلید کو باعث صد افتخار گردانتی ہے۔ امام صاحبؒ نے چار ہزار صرف ایسے اساتذہ سے علم حاصل کیا جن میں صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ ہی ہیں۔ (شرح مسند ابی حنیفہ لملا علی القاریؒ ص ۸) اسی لیے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید

النعمان (المتوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں "بخدا امام اعظمؒ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے اس دنیا میں سب سے بڑے عالم تھے۔" (ما تمس الیہ الحاجہ ص ۱۰) اور علامہ ذہبیؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کو "حفاظ حدیث" میں شمار کیا ہے (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵۱ ج ۱ بحوالہ السیف الصارم) حافظ حدیث اسے کہا جاتا ہے جسے ایک لاکھ احادیث زبانی یاد ہوں۔

تابعی کی تعریف

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں التابعی وھو من لقی الصحابۃ کذلک (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۲) یعنی تابعی وہ ہے جس نے صحابہؓ سے ملاقات کی ہو (ایمان کی حالت میں اور ایمان کی ہی حالت میں وفات پائی ہو)

۲۔ ھو من صحب الصحابی و قیل من لقیہ وھو الاظھر (تدریب الراوی ص ۲۳۴ ج ۲) یعنی تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اختیار کی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اور یہ زیادہ واضح ہے۔

۳۔ والتابعی عند الاکثر من المحدثین کما قال الحافظ ابو الفضل العراقی من لقی الصحابۃ و ان لم یصحبہ و قال الامام الحافظ ابو عمر و عثمان ابن الصلاح و ھو الاقرب و قال الامام الحافظ ابو زکریا یحییٰ النووی انہ الاظھر (عقود الجمان ص ۵۰) اکثر محدثین کے ہاں تابعی کی تعریف یہ ہے جیسا حافظ ابو الفضل العراقی نے کہا ہے کہ جس نے صحابہ سے ملاقات کی ہو اگرچہ صحبت اختیار نہ کی ہو اور امام حافظ ابو عمرو عثمان ابن الصلاح فرماتے ہیں یہ ہی زیادہ قریب ہے اور امام حافظ ابو زکریا یحیٰی النووی فرماتے ہیں بے شک یہ ہی زیادہ ظاہر ہے۔

نوٹ: (حافظ ابن حجرؒ نے لقاء میں بیٹھنا' ساتھ چلنا' ایک دوسرے سے بغیر گفتگو ملنا اور ایک دوسرے کو دیکھنا سب شامل کیا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۰)

صحابہؓ' تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی فضیلت

۱۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم (پ ۱۱' سورۃ التوبہ) "اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کا اتباع کیا نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور تیار کیے ہیں اللہ نے ان کے لیے باغات جاری ہیں جن کے

سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں یہ ہے کامیابی بڑی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں۔ (یعنی صحابہؓ) اس کے بعد وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔ (یعنی تابعینؒ) پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعینؒ) اس کے بعد ایسی قومیں رونما ہوں گی جن کی شہادت قسم سے آگے اور قسم شہادت سے آگے ہوگی۔ (مسلم ص ۳۰۹ ج ۲)

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (المتوفاۃ ۵۷ھ) فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو آپ نے (جواب میں) فرمایا کہ میرے زمانے کے (لوگ یعنی صحابہؓ) پھر دوسرے کے (یعنی تابعینؒ) پھر تیسرے کے (یعنی تبع تابعینؒ) (صحیح مسلم ص ۳۱۰ ج ۲)

نواب صدیق حسن خان کی رائے

افسوس کہ جناب نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی غیر مقلد (المتوفی ۱۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ابجد العلوم ص ۸۰۷ میں نہایت کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے حضرت امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرہ سے خارج کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہؒ نے باتفاق اہل حدیث کسی صحابی کو نہیں دیکھا" حالانکہ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) علامہ قسطلانیؒ (المتوفی ۹۲۳ھ) امام یافعیؒ حافظ ابن حجرؒ اور ابن حجر مکیؒ (المتوفی ۹۷۳ھ) جو کہ ائمہ حدیث میں سے ہیں، سب کے سب امام ابو حنیفہؒ کے حضرت انسؓ کو دیکھنے پر متفق ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۴۷)

میاں نذیر حسین دہلوی کی رائے

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رقم طراز ہیں "ان کی (یعنی امام ابو حنیفہؒ) کی فضیلت تابعی ہونے پر موقوف نہیں ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیز گار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم زینت بخش مراتب ان کی کے ہے۔ اور اکثر ائمہ نقل امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کے قائل نہیں۔" (معیار الحق ص ۱۳) میاں صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام صاحبؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کو کسی صحابی سے ملاقات نہیں

ہوئی چنانچہ خود ابن حجرؒ مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں تو دیکھو علماء محققین معتبرین کے کلام سے ظاہر ہوا کہ لقاء امام صاحبؒ کا ان چاروں میں سے کسی صحابی سے ثابت نہیں (معیار الحق ص ۱۷) کچھ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں' "امام صاحب اس آیت والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کے مصداق تب ہوتے جبکہ تابعی ہوتے" (معیار الحق ص ۲۹) گویا کہ میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے بھی امام صاحبؒ کی تابعیت کا بیجا انکار کیا ہے جیسا کہ تمام غیر مقلدین کا بھی یہی نظریہ ہے جو کہ محض امام اعظمؒ کی شان و عظمت کو کم کرنے کا ایک شاخسانہ ہے۔ ابن حجرؒ کا امام ابو حنیفہؒ کو تقریب التھذیب میں طبقہ سادسہ میں شمار کرنا یہ ان کا سہو ہے کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ طبقہ سادسہ میں ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی حالانکہ ابن حجرؒ نے تھذیب التھذیب میں خود لکھا ہے جیسا کہ اس کا حوالہ آگے اسی مضمون میں آرہا ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور اسی طرح ایک فتویٰ میں بھی ابن حجرؒ نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ تبییض الصحیفۃ اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ امام اعمشؒ نے بھی حضرت انسؓ کو دیکھا ہے لیکن ان کو بھی ابن حجرؒ نے تقریب میں طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے جو کہ ان کا سہو ہے۔ (فتدبر)

ذیل میں ہم امام صاحبؒ کی تابعیت پر متعدد دلائل پیش کریں گے جن سے ان کی تابعیت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی اور مستدل میں ان اشخاص و افراد کے حوالے پیش کیے جائیں گے جو کہ اکثر و بیشتر شافعی المسلک یا مالکی اور حنبلی ہیں اور بعض حنفی بھی ہیں۔ سارے کے سارے حنفی بھی نہیں تا کہ ناقدین اور معترضین یہ نہ سمجھیں کہ اپنے امام کے حق میں اپنی ہی تحریروں سے زمین و آسمان کے درمیان قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ تو آیئے ذیل میں ان دلائل کو ملاحظہ کیجئے جن میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تابعیت پر بڑے بڑے محدثین اور ائمہ نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔

۱۔ امام شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعیؒ المتوفی ۹۴۲ھ مولف السیرۃ الشامیہ رقم طراز ہیں۔

اعلم رحمک اللہ ان الامام ابا حنیفۃ رضی اللہ عنہ من اعیان التابعین وصح کما قال الحافظ الناقد ابو عبد اللہ الذھبی انہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ وھو صغیر و قال الحافظ محمد بن سعد فی طبقاتہ حدثنا ابو الموفق سیف بن

جابر قاضی واسط قال سمعت ابا حنیفة یقول قدم انس بن مالک الکوفة ونزل النخع وکان یخضب بالحمرة قد رایته مرارا" (عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان ص ۴۹)

جان تو اللہ تجھ پر رحم کرے کہ امام ابو حنیفہؒ بڑے تابعین میں سے ہیں اور صحیح ہے جیسا کہ حافظ ناقد ابو عبد اللہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور وہ اس وقت چھوٹے تھے اور حافظ محمد بن سعدؒ نے (اپنی کتاب) طبقات میں کہا ہے کہ ہم سے بیان کیا ابو موفق سیف بن جابر نے جو کہ واسط کے قاضی تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت انس بن مالکؓ کوفہ تشریف لائے اور نخع کے مقام میں اترے اور وہ سرخ رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ میں نے ان کو کئی مرتبہ دیکھا ہے (اور تقریباً" اسی سے ملتے جلتے الفاظ علامہ ذہبیؒ کے بھی ہیں جو مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ للامام الذہبیؒ ص ۷ پر درج ہیں)

۲۔ ابو الفداء حافظ ابن کثیر الشافعیؒ المتوفی ۷۷۴ھ فرماتے ہیں

انہ ادرک عصر الصحابة ورای انس بن مالکؓ (البدایہ والنہایہ ص ۱۰۷ ج ۱۰) بے شک انہوں (امام ابو حنیفہؒ) نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

۳۔ علامہ شمس الدین محمد الذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں رای انسا غیر مرة لما قدم علیہم الکوفة (تذکرة الحفاظ ص ۱۶۸ ج ۱) امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے جبکہ وہ کوفہ تشریف لاتے تھے۔

۴۔ علامہ ذہبیؒ مزید لکھتے ہیں رای انسا" (الکاشف للذہبی ج ۳ ص ۱۸۱) کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

۵۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۳۹۱ ج ۶)

۶۔ علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں رای انس بن مالک (تاریخ بغداد ص ۳۲۴ ج ۱۳) کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

۷۔ ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں صح کما قالہ الذہبی انہ رای انس بن مالک وھو صغیر و فی روایة رایتہ مرارا وکان یخضب بالحمرة (الخیرات الحسان ص ۲۱) صحیح یہ ہے جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے جبکہ امام

صاحبؒ چھوٹے تھے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے بار بار حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور وہ (انسؓ) داڑھی پر سرخ رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

۸۔ محمد بن اسحٰق بن ندیمؒ لکھتے ہیں وکان من التابعین لقی عدة من الصحابة و کان من الورعین الزاھدین (فہرست لابن ندیم ج ۱ ص ۲۹۸ بحوالہ مقدمہ مدار الحق) امام صاحبؒ تابعین میں سے تھے اور متعدد صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ پرہیزگار اور متقی لوگوں میں سے تھے۔

۹۔ علامہ قسطلانی الشافعیؒ لکھتے ہیں " ومن التابعین الحسن البصری و ابن سیرین والشعبی و ابن المسیب و عطاء و ابی حنیفة (ارشاد الساری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲ بحوالہ امام اعظم اور علم الحدیث ص ۱۴۲) حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، شعبیؒ، ابن مسیبؒ، عطاءؒ اور ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں۔

۱۰۔ علامہ قسطلانیؒ المتوفی ۹۲۳ھ مزید لکھتے ہیں (ابن ابی اوفی) عبداللہ الصحابی ابن الصحابی وھو آخر من مات من الصحابة بالکوفة سنة سبع و ثمانین و قد کف بصرہ قبل وقد راہ ابو حنیفة رضی اللہ عنہ وعمرہ سبع سنین (ارشاد الساری للقسطلانی ص ۲۵۹ ج ۱)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں رہنے والے صحابہؓ میں سے آخری صحابی ہیں جن کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی ان کی بینائی پہلے ختم ہو چکی تھی، امام ابو حنیفہؒ نے ان کو دیکھا ہے جبکہ آپ سات سال کی عمر کے تھے۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ فرماتے ہیں رای انسا (تہذیب التہذیب ص ۴۴۹ ج ۱۰) امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (ابن حجرؒ کا امام صاحبؒ کو طبقہ سادسہ میں شمار کرنا یہ ان کا سہو ہے جبکہ یہاں انہوں نے خود ہی اپنے اس نظریہ کی تردید کر دی ہے۔ کیونکہ اگر امام صاحبؒ چھٹے طبقے میں ہوتے تو حضرت انسؓ کو کیسے دیکھ سکتے تھے؟)

۱۲۔ امام یافعی الشافعیؒ مورخ لکھتے ہیں رای انسا (مرآة الجنان بحوالہ حدائق الحنفیہ ص ۷۴) امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور مزید تحریر فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے چار صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے۔ حضرت انسؓ بصرہ میں موجود تھے، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں، حضرت سہلؓ مدینہ منورہ میں اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہؓ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ (مرآة الجنان ص ۳۱۰ ج ۱ بحوالہ مقدمہ مدار الحق)

۱۳۔ محدث امام ابن عبد البر المالکیؒ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں قال ابو عمر ذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان ابا حنیفة رای انس بن مالک وعبد اللہ بن الحارث بن جزء (جامع بیان العلم وفضلہ بحوالہ تبییض الصحیفة ص ۱۹) ابو عمر کہتا ہے کہ محمد بن سعد محدث کاتب الواقدیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ اور حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ کو دیکھا ہے۔

۱۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی الشافعیؒ المتوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں کہ "محدث حمزہ سہمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام دار قطنیؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی البتہ حضرت انسؓ کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے لیکن حدیث کا سماع نہیں کیا۔ (تبییض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة ص ۱۰)

۱۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے استاد حافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقیؒ المتوفی ۸۰۶ھ نے تابعین کی ایک فہرست بیان کی ہے جس میں نویں نمبر پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کو بھی تابعین میں شمار کیا ہے (ملاحظہ ہو التقیید والایضاح ص ۳۳۲)

۱۶۔ امام ابن العماد حنبلیؒ المتوفی ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں رای انسا وغیرہ (شذرات الذھب ص ۲۲۷ ج ۱) ابن عمادؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہؓ کو بھی دیکھا ہے۔

۱۷۔ علامہ بدر الدین عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ رقم طراز ہیں۔

ابن ابی اوفی اسمہ عبد اللہ ...... وھو احد من راہ ابو حنیفة من الصحابة (عمدة القاری ص ۵۲ ج ۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے دیکھا ہے۔ یہ بیعت رضوان میں اور اس کے بعد والے معرکوں میں شریک ہونے والے صحابی ہیں اور صحابہ میں سے کوفہ میں ۸۷ھ میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے ہیں۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔

۱۸۔ اما انس فقد اتفق المورخون علی انہ راہ بالکوفة وھو صغیر ابن خمس او ثمان (الاستیعاب ص ۸۸۳ ج ۲ بحوالہ مکانة الامام ابی حنیفة بین المحدثین ص ۴۹) حضرت انسؓ کے بارے میں مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ نے انہیں کوفہ میں دیکھا ہے جبکہ امام صاحبؒ ابھی چھوٹے تھے پانچ یا آٹھ سال کے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں جیسا کہ بڑے بڑے محدثین اس بات کا اپنی اپنی تحریروں میں اقرار کر رہے ہیں اس کے باوجود بھی اگر امام صاحبؒ کی تابعیت کا انکار کیا جائے تو اسے محض تعصب' ضد اور ہٹ دھرمی پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ذیل میں ان صحابہ کرامؓ کا نام ذکر کیا جاتا ہے جن کا زمانہ امام صاحبؒ نے پایا ہے۔

۱۔ عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ المتوفی ۸۶ یا ۸۷ھ کوفہ میں۔

۲۔ انس بن مالکؓ المتوفی ۹۱ھ یا ۹۳ھ بصرہ میں۔

۳۔ عمر بن حریثؓ المتوفی ۸۵ یا ۹۸ھ کوفہ میں۔

۴۔ عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ المتوفی ۸۵' ۸۶' ۸۷' ۸۸ یا ۹۷ھ مصر میں۔

۵۔ عبد اللہ بن انیسؓ (یہ کوفہ میں ۹۴ھ میں تشریف لائے تھے)

۶۔ واثلہ بن الاسقعؓ المتوفی ۸۳ یا ۸۵ھ دمشق میں۔

۷۔ سہل بن سعد الساعدیؓ المتوفی ۸۸ھ مدینہ منورہ میں۔

۸۔ سائب بن خلاد بن سویدؓ المتوفی ۸۱ھ۔

۹۔ محمود بن الربیع بن سراقہؓ المتوفی ۹۹ھ مدینہ میں۔

۱۰۔ محمود بن لبید بن عقبہؓ المتوفی ۹۶ھ مدینہ میں۔

۱۱۔ عبد اللہ بن بسر المازنیؓ المتوفی ۸۸ یا ۹۶ھ شام یا حمص میں۔

۱۲۔ ابو امامہ باہلیؓ المتوفی ۸۱ یا ۸۶ھ حمص میں۔

۱۳۔ وابصہ بن المعبد بن عتبہؓ المتوفی ۹۰ھ رقہ میں۔

۱۴۔ ہرماس بن زیادؓ المتوفی بعد ۱۰۰ھ یمامہ میں۔

۱۵۔ مقدام بن معدیکربؓ المتوفی ۸۶ یا ۸۷ھ شام میں۔

۱۶۔ عتبہ بن عبد السلمیؓ المتوفی فی زمان ولید بن عبد الملک بدء خلافۃ ۸۶ھ۔

۱۷۔ یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ المتوفی فی زمان عمر بن عبد العزیزؒ و بدء خلافۃ ۹۹ھ۔

۱۸۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ المتوفی ۱۰۰' ۱۰۲' ۱۰۷' ۱۱۰ھ مکہ یا کوفہ میں جو کہ روئے زمین پر سب سے آخری فوت ہونے والے صحابی ہیں۔

۱۹۔ سائب بن یزیدؓ المتوفی ۸۶ یا ۸۸ یا ۹۱ھ مدینہ میں۔

۲۰۔ عداء بن خالدؓ یہ یزید بن مہلب کے خروج تک زندہ رہے۔ یاد رہے کہ یزید بن مہلب

نے ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں خروج کیا۔ رخبیج (بجستان میں)

۲۱۔ عکراش بن ذویبؓ المتوفی ۱۰۰ھ تک۔

(بحوالہ امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت' ص ۲۰)

یہ بات درست نہیں ہے کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں صرف چار ہی صحابہ کرامؓ موجود تھے جیساکہ ہم نے ایک لسٹ صحابہ کرامؓ کے ناموں' تاریخ وفات اور ان کے مقامات کے متعلق پیش کی ہے ان کے علاوہ نو مزید صحابہ کرامؓ بھی جن کے متعلق بعض دیگر اصحاب نے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اسعد بن سہل بن حنیف الانصاریؓ ابو امامہ ۱۰۰ھ۔

۲۔ بسر بن ارطاۃ القرشی العامریؓ المتوفی ۸۶ھ مدینہ یا شام میں۔

۳۔ طارق بن شہاب بجلی کوفیؓ المتوفی ۸۳ھ۔

۴۔ عبداللہ بن ثعلبہؓ المتوفی ۸۷ یا ۸۹ھ۔

۵۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفلؓ ابو محمد المتوفی ۹۹ھ۔

۶۔ عمرو بن ابی سلمہؓ المتوفی ۸۳ھ۔

۷۔ قیصہ بن ذویبؓ المتوفی ۸۶ھ۔

۸۔ مالک بن الحویرثؓ المتوفی ۹۴ھ بصرہ میں۔

۹۔ مالک بن اوسؓ المتوفی ۹۲ھ مدینہ منورہ میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ نے جن صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے' ان کی کل تعداد چار نہیں بلکہ تیس کے قریب ہے۔ اگر مزید تحقیق و جستجو کی جائے تو ممکن ہے کہ اس فہرست میں کچھ اور صحابہؓ کے اسمائے گرامی کا بھی اضافہ ہو جائے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو دین کی سمجھ نصیب فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی صحابہ کرامؓ سے روایات

جمہور محدثین کرامؒ کے نزدیک تابعی ہونے کے لیے صرف کسی صحابی کی رؤیت ہی کافی ہے جو کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو حاصل تھی البتہ بعض حضرات نے صحابہ کرامؓ سے امام صاحبؒ کے روایت کرنے کا انکار کیا ہے حالانکہ امام صاحبؒ نے تمیں سے زائد صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے بلکہ بقول حافظ المزیؒ امام صاحبؒ کی ملاقات ۲۷ صحابہؓ سے ہوئی ہے (معجم المصنفین ج ۲ ص ۲۳ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ از مفتی عزیزالرحمن) اور متعدد صحابہ کرامؓ سے روایات بھی بیان کی ہیں۔ امام اعظمؒ کی تاریخ ولادت کے متعلق اکثر حضرات جن میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور خطیب بغدادیؒ بھی ہیں ۸۰ھ کے قول کو اختیار کرتے ہیں البتہ بعض حضرات نے آپ کی ولادت ۶۱ھ اور بعض حضرات نے ۷۰ھ بھی بیان کی ہے۔ علامہ زاہد الکوثریؒ نے تانیب الخطیب ص ۲۱ میں ۷۰ھ کو راجح قرار دیا ہے تو اس لحاظ سے روئے زمین پر آخری صحابی حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ جن کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی اور یہ صحابی مکہ مکرمہ میں مقیم تھے ان کی وفات کے وقت امام اعظمؒ کی عمر قول اول کے مطابق تمیں سال' قول ثانی کے مطابق انچاس سال اور قول ثالث کے مطابق چالیس سال تھی۔ صاحب رد المحتار نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے اپنی عمر میں پچپن حج ادا کیے تھے۔ جن میں سے کم از کم پندرہ حج حضرت ابوالطفیلؓ کے زمانہ حیات میں ادا ہوئے اور امام صاحبؒ کا پندرہ بار کوفہ سے مکہ مکرمہ آنا ہوا لیکن اس دوران ایک مرتبہ بھی صحابی رسول سے امام صاحبؒ کی ملاقات نہ ہوئی ہو عقل سلیم بھی اس بات کو ماننے سے اباء کرتی ہے۔ نیز حضرت عمرو بن حریثؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ دونوں حضرات امام صاحبؒ کے اپنے شہر کوفہ میں موجود ہوں اور آپ ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے ہوں یا بچپن کی وجہ سے آپ کو ان کی خدمت میں نہ لے جایا گیا ہو عقل اس بات کو بھی ماننے سے انکار کرتی ہے کیونکہ اس زمانہ میں لوگ بچوں کو بزرگوں کی مجالس میں لے جایا کرتے تھے اور پھر کسی صحابی کا وجود تو اس وقت سب سے اعلیٰ اور ارفع تھا پھر کیونکر امام صاحبؒ کو ان کی خدمت میں نہ لے جایا گیا ہو۔ حالانکہ امام صاحبؒ کے خاندانی حالات میں یہ موجود ہے کہ امام صاحبؒ کے والد ماجد ثابتؒ کو ان کے والد حضرت علیؓ کی خدمت میں دعائے برکت کے لیے لے گئے تھے۔ پھر امام صاحبؒ کے

والد اپنے بچے کو کسی صحابی کی خدمت میں کیوں نہ لے کر گئے ہوں؟ علامہ زاہد الکوثری ؒ تانیب الخطیب میں لکھتے ہیں کہ "جن ائمہ نے حضرت امام اعظم ؒ کے حضرت انس ؓ کو دیکھنے کا اقرار کیا ہے ان میں ابن سعد، دار قطنی، ابو نعیم الاصبہانی، ابن عبدالبر، خطیب، ابن جوزی، سمعانی، عبدالغنی المقدسی، سبط بن الجوزی، فضل اللہ التورپشتی، النووی، الیافعی، زین العراقی، ولی العراقی، ابن الوزیر، بدر العینی، ابن حجر کا فتویٰ جس کو سیوطی نے تبییض الصحیفۃ میں نقل کیا ہے، شہاب العسقلانی، سیوطی، ابن حجر مکی وغیرہم ہیں ان کے (ابو حنیفہ ؒ) کے تابعی ہونے کا انکار کرنے کا ارادہ کرنا مکابرہ (دھاندلی) یا ان نصوص (یعنی ائمہ کے اقوال) سے جہالت ہے (تانیب الخطیب ص ۱۵) اور حاکم نے معرفت علوم الحدیث میں تابعین کے پندرہ طبقے بنائے ہیں اور کہا ہے کہ ان میں سے آخری وہ ہے جنہوں نے اہل بصرہ میں سے حضرت انس ؓ سے ملاقات کی اور اہل کوفہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ سے ملاقات کی اور اہل مدینہ میں سے سائب بن یزید ؓ سے ملاقات کی اور اہل مصر میں سے عبداللہ بن جزء ؓ سے ملاقات کی اور اہل شام میں سے ابو امامہ باہلی ؓ سے ملاقات کی ہو" (حاشیہ تبییض الصحیفۃ ص ۱۲) چنانچہ امام ابو حنیفہ ؒ اس تصریح کے مطابق طبقہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

امام اعظم ؒ کی صحابی حضرت انس ؓ سے پانچ روایات

(۱) قال ابو معشر فی جزء ہ انا ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن منصور الفقیہ الواعظ ثنا ابو ابراھیم احمد بن الحسین القاضی ثنا ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان الحنفی ثنا ابو سعید اسماعیل بن علی السمان ثنا ابو الحسین بن احمد ابن محمد بن محمود البزار ثنا ابو سعید الحسین بن احمد بن محمد بن المبارک حدثنا ابو العباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی ثنا بشر بن ولید القاضی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (تبییض الصحیفۃ ص ۳) اور کچھ سند کے تغیر کے ساتھ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعی ؒ نے اپنی کتاب عقود الجمان ص ۴۸ پر بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں

نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس روایت کے بارے میں امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں عندی انه بلغ رتبة الصحیح لانی وقفت له علی نحو خمسین طریقا وجمعتها فی جزء (تبییض الصحیفة ص ۱۴)

میرے نزدیک یہ روایت صحیح کے رتبہ کو پہنچی ہوئی ہے اس لیے کہ میں اس روایت کے بارے میں پچاس طرق پر مطلع ہوا ہوں اور ان طرق کو میں نے جزء میں جمع کیا ہے۔

صحابی حضرت انسؓ سے دوسری روایت

(۲) وبه عن انس سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الدال علی الخیر کفاعله (تبییض الصحیفة ص ۱۳ ومسند الامام الاعظم ص ۲۱۴، وعقود الجمان ص ۵۶، واخبار ابی حنیفة وصاحبیه ص ۴)

اور اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ (یعنی امام اعظمؒ والی) حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا بھلائی پر راہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔

صحابی حضرت انسؓ سے تیسری روایت

وبه عن انس رضی الله عنه سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول ان الله یحب اغاثة اللهفان (تبییض لصحیفة ص ۱۴ وعقود الجمان ص ۵۶ واخبار ابی حنیفة وصاحبیه ص ۴ ومسند الامام الاعظم ص ۲۱۵)

اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ (یعنی امام ابو حنیفہؒ والی) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے مصیبت زدہ کی مدد کرنے والے کو۔

صحابی حضرت انسؓ سے چوتھی روایت

(۴) اخبرنا ابو حفص عمر بن ابراهیم المقرئی قال ثنا مکرم بن احمد قال ثنا احمد بن محمد ثنا ابن سماعة وبشر بن الولید عن ابی یوسف عن ابی حنیفة

قال كان علمائنا كلهم يقولون فى سجدتى السهو انهما بعد السلام و يتشهد فيهما
وبسلم قال حماد بن ابى سليمان هكذا يفتى انس بن مالك قال ابو حنيفة و
سالت انس بن مالك فقال هكذا هو (اخبار ابى حنيفة وصاحبيه ص ۵ لابی عبداللہ
حسین بن علی الصیمری المتوفی ۴۳۶)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے سب علما سہو کے دو سجدوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ دونوں سلام کے بعد ہوں گے اور ان دونوں میں تشہد اور سلام بھی ہے حماد بن ابی سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا تو انہوں نے (جواب) میں فرمایا وہ ایسا ہی ہے۔

صحابی حضرت انسؓ سے پانچویں روایت

(۵) اخبرنا محمد بن ابراهيم قال ثنا مكرم قال ثنا احمد بن محمد قال ثنا العباس بن بكار قال ثنا اسد بن عمرو عن ابى حنيفة عن انس بن مالك قال كانى انظر الى لحية ابى قحافة كانها ضرام عرفج (اخبار ابى حنيفة وصاحبيه ص ۵)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے وہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت انسؓ نے فرمایا گویا کہ میں ابی قحافہؓ (جو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ہیں) کی داڑھی کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ بالکل سفید ہے۔

صحابی حضرت واثلۃ بن الاسقعؓ سے دو روایات

(۱) قال ابو معشر انا ابو عبدالله حدثنا ابراهيم حدثنا ابوبكر الحنفى حدثنا ابو سعيد الحسين بن احمد ثنا على بن احمد بن الحسين البصرى حدثنا احمد بن عبدالله بن حراه ثنا المظفر بن منهل ثنا موسى بن عيسى ابن المنذر الحمصى ثنا ابى ثنا اسماعيل بن عياش عن ابى حنيفة عن واثلة بن الاسقع ان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم قال دع ما يريبك الى ما لا يريبك (تبييض الصحيفة ص ۱۵ و بتغيير سند عقود الجمان ص ٦٠)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے روایت ہے وہ حضرت واثلۃ بن

الاسقعؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چھوڑ دے تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔

صحابی حضرت واثلہؓ سے دوسری روایت

(۲) وبہ عن واثلة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا تظہر الشماتة لاخیک فیعافیہ اللہ ویبتلیک (تبییض الصحیفة ص ۱۵ وبتغییر سند عقود الجمان ص ۲۰ ومسند الامام الاعظم ص ۲۱۶)

اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت واثلہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور تجھے اس میں مبتلا فرمادے گا۔

صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے ایک روایت

قال ابومعشر اخبرنا ابو یوسف عبداللہ حدثنا ابو ابراھیم حدثنا ابوبکر الحنفی حدثنا ابو سعید لسمان حدثنا ابو علی الحسین بن علی بن محمد بن اسحاق الیمانی حدثنا ابوالحسن علی بن بابویہ الاسواری حدثنا ابوداؤد الطیالسی عن ابی حنیفة قال ولدت سنة ثمانین و قدم عبداللہ بن انیس الکوفة سنة اربع و تسعین ورایتہ وسمعت منہ وانا ابن اربع عشرة سنة سمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وآلہ وسلم حبک الشئی یعمی ویصم (تبییض الصحیفة ص ۱۶ اور کچھ سند کے تغیر کے ساتھ عقود الجمان ص ۵۷ پر بھی ہے ومسند الامام الاعظم ص ۲۱۵)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن انیسؓ ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے میں نے ان کو دیکھ اور ان سے سنا اور میں اس وقت چودہ برس کا تھا میں نے ان سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔

اشکال

اس روایت پر بعض حضرات نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس الجہنیؓ جو کہ مشہور صحابی ہیں یہ ۵۴ھ میں وفات پا گئے تھے اس وقت ابھی امام ابو حنیفہؒ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی تو ان سے روایت کیسے بیان کی گئی ہے۔

جواب

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں "عبداللہ بن انیسؓ نام کے پانچ صحابی ہیں۔ شاید کہ امام صاحبؒ نے جن سے روایت بیان کی ہے وہ اور ہوں جو غیر جہنی مشہور ہوں" (تبییض الصحیفۃ ص ۱۷)

صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے ایک روایت

قال ابو معشر اخبرنا ابو عبداللہ حدثنا ابو ابراھیم انا ابو بکر الجسمی حدثنا ابو سعد السمان ثنا محمد بن موسیٰ ثنا محمد بن عیاش الجبودی عن النمام یحیی بن القاسم عن ابی حنیفۃ سمعت عبداللہ بن ابی اوفی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من بنی للہ مسجد ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (تبییض الصحیفۃ ص ۱۷ او بتغییر مسند عقود الجمان ص ۵۹ ومسند الامام الاعظم ص ۴۷)

مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی اگرچہ پرندے کے گھونسلے کی طرح ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں اقول ھذا الحدیث متنہ صحیح بل متواتر (تبییض الصحیفۃ ص ۱۸)

صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک روایت

ابو حنیفۃ عن جابر بن عبداللہ قال جاء رجل من الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ما رزقت ولدا قط ولا ولد لی قال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فاین انت من کثرۃ الاستغفار قال جابر فولد لہ تسعۃ ذکور (مسند الامام الاعظم ص ۲۰۸)

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک انصاری آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میری اولاد بالکل نہیں ہے اور میرے لیے کوئی بچہ نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو کہاں ہے کثرت استغفار سے (یعنی استغفار زیادہ کر) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے نو لڑکے پیدا ہوئے۔

صحابیہ عائشہ بنت عجردؓ سے ایک روایت

وبہ الی ابی سعید السمان ثنا ابومحمد عبداللہ بن کثیر الرازی عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی ثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا یحیٰی بن معین عن ابی حنیفۃ نہ سمع عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنہا تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر جنداللہ فی الارض الجراد لا آکلہ ولا احرمہ (تبییض الصحیفۃ ص ۱۸ و بتغییر سند عقود الجمان ص ۶۱ وسندہ فی لسان المیزان ج ۳ ص ۲۲۷ و مسند الامام الاعظم ص ۱۹۴)

اسی مذکورہ بالا سند کے ساتھ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ بے شک انہوں نے حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا کثیر لشکر ٹڈیاں ہیں نہ ان کو میں کھاتا ہوں اور نہ ان کو میں حرام قرار دیتا ہوں۔

صحابی حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہؓ سے ایک روایت

ابوحنیفۃ قال حدثنا عبد اللہ بن ابی حبیبۃ قال سمعت ابا الدرداء یقول بینا انا ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابا الدرداء من شہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ وجبت لہ الجنۃ قال قلت لہ وان زنی وان سرق فسکت عنی ثم سار ساعۃ ثم قال من شہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ وجبت لہ الجنۃ قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق وان رغم انف ابی الدرداء قال فکانی انظر الی

اصبع ابی الدرداء السبابة یومی بها الی ارنبته (کتاب الآثار للامام محمدؒ ص ۱۵)
امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابوالدرداءؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک موقع پر جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے ابوالدرداء جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی؟ یہ سن کر آپؐ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کچھ دیر چلتے رہے اور پھر آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی پھر میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو تب بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو تب بھی اور اگرچہ ابوالدرداء کی ناک مٹی میں رگڑی جائے تب بھی ابن ابی حبیبہؓ فرماتے ہیں میں ابو الدرداءؓ کی شہادت کی انگلی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے ناک کے بانسے کی طرف اشارہ کرتے جا رہے تھے۔

صحابی حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدیؓ سے ایک روایت

حدثنی ابو علی عبید اللہ بن جعفر الرازی من کتاب فیہ حدیث ابی حنیفة حدثنا ابی عن محمد بن سماعة عن ابی یوسف قال سمعت ابا حنیفة یقول حججت مع ابی سنة ستة وتسعین ولی ست عشرة سنة فاذا انا بشیخ قد اجتمع علیہ الناس فقلت لابی من ھذا الشیخ قال ھذا رجل قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی فقلت لابی ای شئی عندہ قال احادیث سمعھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت قدمنی الیہ حتی اسمع منہ فتقدم بین یدی فجعل یفرج عنی الناس حتی دنوت منہ فسمعت منہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ص ۲۵ بحوالہ امام ابو حنیفہ کی تابعیت اور کچھ الفاظ اور سند کے تغیر کے ساتھ عقود الجمان ص ۵۷ پر بھی یہ روایت ہے و مسند الامام الاعظم ص ۲۰ و اخبار ابی حنیفة وصاحبیہ ص ۴)

مجھ سے ابو علی عبیداللہ بن جعفر رازی نے اس کتاب میں سے جس میں امام ابو حنیفہؒ کی حدیثیں درج تھیں بیان کیا کہ ہم سے ہمارے والد نے محمد بن سماعہ کے حوالہ سے امام ابو یوسف سے بیان کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ۹۶ھ میں جب کہ میری عمر سولہ سال تھی اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ کے گرد لوگوں کا مجمع ہے میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ صاحب ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کی ہے ان کا نام عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی ہے میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ان کے پاس کیا چیز ہے تو انہوں نے جواب دیا احادیث ہیں جن کو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلیے تاکہ میں ان سے حدیثیں سنوں چنانچہ وہ میرے آگے ہو لیے اور میرے لیے راستہ صاف کرنے لگے یہاں تک کہ میں ان کے قریب ہو گیا اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں اس کے لیے کافی ہو گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کو وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

یہ تو صرف صحابہ کرامؓ سے چند روایات کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ تابعین کرامؒ سے اس قدر کثیر روایات ہیں جن کا احصا و شمار مشکل ہے۔

ان مذکورہ روایات کے باوجود امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ پراپیگنڈا کرنا کہ وہ تابعی نہیں یا انہوں نے صحابہؓ سے روایات بیان نہیں کیں یا جو روایات امام صاحبؒ سے مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ان کے رواۃ مجروح ہیں۔ یا امام صاحبؒ کو احادیث کا علم نہیں تھا سراسر کذب بیانی، تعصب اور ہٹ دھرمی کا اظہار ہے جیسا کہ بعض فرقے (خصوصاً غیر مقلدین) اس سلسلہ میں پیش پیش ہیں حالانکہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۶۸ میں امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے حافظ حدیث اسے کہتے ہیں جسے ایک لاکھ احادیث زبانی یاد ہوں نیز امام صاحبؒ نے تو صرف چالیس ہزار احادیث کے انتخاب سے اپنی کتاب الآثار کو تصنیف فرمایا ہے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ کو صرف سولہ یا سترہ احادیث کا علم تھا یہ محض امام اعظمؒ کی جلالت شان ان کا رتبہ و مرتبہ ان کی عظمت و سطوت اور ان کی محدثانہ اور فقیہانہ اور علمی حیثیت کو گرانے کا ایک

مذموم شاخسانہ ہے لیکن جس کو اللہ رب العزت عزت بخشے اسے کوئی اپنی بدتدبیروں سے سرنگوں نہیں کر سکتا بڑے بڑے محدثین، مورخین اور اہل علم نے باوجود مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ مسلک رکھنے کے امام صاحبؒ کی تعریف وتوثیق کی ہے اور آپ کے تابعی ہونے اور صحابہ کرامؓ سے ان کا روایات بیان کرنے کا برملا اقرار کیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ والفضل ما شهدت به الاعداء

فضیلت تو وہ ہے جس کی مخالفین بھی گواہی دیں اللہ تعالیٰ ہمیں امام صاحبؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تحریک جامع مسجد نور

(مدرسہ نصرت العلوم)

مرتب

محمد فیاض خان سواتی

مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

جب ۱۹۷۶ء میں محکمہ اوقاف نے گوجرانوالہ کی سب سے بڑی جامع مسجد نور المعروف چھپڑ والی کو بمع ملحقہ مدرسہ نصرت العلوم سرکاری تحویل میں لینے کا نوٹس جاری کیا تو ردعمل کے طور پر ایک زبردست عوامی تحریک شروع ہوئی جو تحریک جامع مسجد نور کے نام سے مشہور ہے۔ اس تحریک میں سینکڑوں افراد نے جیلیں کاٹیں، ماریں کھائیں اور طرح طرح کی اذیتیں اور مشقتیں برداشت کیں۔ جن کی مکمل تفصیلات اس وقت کے موقر رسائل اور جرائد کے حوالہ سے اس کتاب میں قلمبند کی گئی ہیں۔ صفحات ۱۶۰ قیمت ۳۰ روپے

ناشر: ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
1	قرآن (مترجم)	24	حاصلِ مطالعہ
2	دمغ الباطل	25	نمازِ مسنون کلاں
3	مقالاتِ سواتی	26	خطباتِ صدارت
4	مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار	27	ذیل المشرکین
5	امام اعظمؒ اور عمل بالحدیث	28	فیوضاتِ حسینی
6	شاہ ولی اللہؒ اور صاحبزادگان	29	تکمیل الاذھان
7	الطاف القدس	30	تفسیر آیت النور
8	مجموعہ رسائل (حصہ اول)	31	مجموعہ رسائل (حصہ دوم)
9	مقدمہ صحیح مسلم	32	نور و بشر
10	احکامِ حج	33	سعدیات فارسی
11	نمازِ مسنون خورد	34	کریما سعدی (مترجم)
12	تشریحات سواتی	35	عقیدۃ الطحاوی
13	فقہ اکبر	36	احکامِ عمرہ
14	اصطلاحات تیسیر المنطق	37	میزان البلاغہ
15	حجۃ الاسلام	38	فیض المحدثین
16	نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	39	امام اعظمؒ اور عزم و استقلال
17	نام نہاد اہل حدیث	40	بیس تراویح
18	الامام زہریؒ	41	امام محمدؒ اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
19	حی علی الفلاح	42	صرف ولی اللّٰہی
20	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم	43	مختصر ترین اور جامع اذکار
21	احکام رمضان	44	احکامِ قربانی
22	اجوبہ اربعین	45	دروس الحدیث
23	مبادی تاریخ الفلسفہ	46	شرح الفوز الکبیر

[illegible] 0303-6304896 [illegible]

باسمہٖ تعالیٰ

نام نہاد اہلِ حدیث

کی

گالیوں کے جواب میں

بجواب

غیر اہلِ حدیث

کی

گالیوں کے جواب میں

از

محمد فیاض خان سواتی

ناشر

ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

ناظرین کرام کچھ دن قبل ایک ساتھی نے خواجہ محمد قاسم صاحب خطیب جامع مسجد اقصیٰ اہلِ حدیث سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کا ایک پمفلٹ بعنوان "غیر اہلِ حدیث کی گالیوں کے جواب میں" لاکر دیا، پڑھ کر بہت حیرانگی ہوئی کہ مولوی اسمٰعیل سلفی صاحب کے لائق شاگرد نے کیسی زبان استعمال کی ہے اور دل کھول کر احناف کو گالیاں دی ہیں خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ اور سواتی برادران کے نام سے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی مدظلہ کو بھی بُرا بھلا کہا ہے۔ ان کے علاوہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب اور مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب ڈیروی کے بارہ میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان سطور میں ہم خواجہ صاحب کے پمفلٹ کے بارے میں چند کلمات تحریر کرتے ہیں۔ امید ہے کہ خواجہ صاحب کی اس سے کچھ تسلی ضرور ہوگی۔ اگر یہ ناکافی ہوئی تو پھر اور خدمت کردی جائے گی۔ اس سے قبل بھی خواجہ صاحب نے حی علی الصلوٰۃ نامی کتاب میں مولانا صوفی عبدالحمید صاحب کی کتاب نمازِ مسنون پر چند اعتراضات کیے تھے۔ ان کے جوابات احقر نے حی علی الفلاح نامی رسالہ میں دے دیے ہیں اور خواجہ صاحب کو یہ کتاب بھیج بھی دی تھی، ابھی تک خواجہ صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اور نہ تاقیامت وہ جواب دے سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی تو علمی لیاقت صرف اتنی ہے کہ پرانی کتابوں سے مواد لے کر کتاب اپنے نام سے شائع کر دیتے ہیں جیسا کہ حی علی الصلوٰۃ ظفر المبین سے چوری کر کے

بنائی گئی ہے۔ خواجہ صاحب نے حی علی الصلوٰۃ سے پہلے بھی ہمارے خلاف پمفلٹ شائع کیے ہیں۔ مثلاً ہدایۃ عوام کی عدالت میں اور فتاوی عالمگیری پر ایک نظر وغیرہ ہدایۃ عوام کی عدالت کا جواب حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے ہدایۃ علماء کی عدالت میں کے نام سے دیا ہے۔ خواجہ صاحب میں اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دیں۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب تبلیغی جماعت کے خلاف لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی چوری کرکے بنائی ہے۔ انڈیا کے ایک غیر مقلد مہدی تابش نے تبلیغی جماعت کے خلاف کتاب لکھی تھی۔ اس کو جدید ترتیب دے کر اپنے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب میں تو خواجہ صاحب نے جھوٹ، خیانت، بددیانتی، بدکلامی، دھوکہ دہی سے بہت کام لیا ہے۔ اس کتاب میں کرامات اولیاء اور رویا صالحہ کشف۔ الہام کا انکار کیا ہے اور اولیاء اللہ کی توہین کی گئی ہے اور خصوصاً مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو جگہ جگہ گالیاں دی ہیں اور دوسرا کام یہ کیا ہے کہ جن کتابوں سے مولانا زکریا نے حدیث یا کوئی واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کا حوالہ ختم کر دیا ہے۔ تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ یہ بات مولانا زکریا کی اپنی ہے۔ انشاء اللہ احقر کو اگر اللہ نے موقع دیا تو اس کا جواب لکھا جائے گا اور خواجہ صاحب کے علم کو طشت ازبام کیا جائے گا۔ اصل میں خواجہ صاحب ایک تجارتی آدمی ہیں وہ اپنی دکان چمکانے کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ ناظرین کرام بات کافی دور چلی گئی۔ اب خواجہ صاحب کے پمفلٹ کا جائزہ بھی لے لیں۔

حنفی علماء کرام یہ سُرخی لگا کر خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ شہر گوجرانوالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے۔ مثلاً استاد العلماء مولانا محمد چراغ صاحب، حضرت مولانا عبدالواحد صاحب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل احمد صاحب وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ... مگر وہ شریف آدمی تھے۔ اختلافات کے علی الرغم اہل حدیثوں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم اور گہرے روابط تھے اور جب سے گوجرانوالہ کے اقلیم حنفیت میں چھپڑ والی مسجد کے سواتی برادران کی اجارہ داری ہوئی ہے۔ ماحول خراب ہو گیا ہے۔ رئیس المقلدین حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر اہلِ حدیثوں کو خود بھی گالیاں دیتے ہیں۔ بیٹوں سے بھی دلواتے ہیں۔ بقول جناب حکیم محمود صاحب "خوب صف دری فرمائی جا رہی ہے"۔ اگر ان گالیوں کا ہدف ہم جیسے گنہگار ہی رہے تو کوئی بات نہ

بھی۔ دکھ اس بات کا ہے کہ انہوں نے احادیث پیغمبرؐ تک کو معاف نہ کیا۔ محدثین عظام ان کا تختۂ مشق بننے سے محفوظ نہ رہ سکے۔

جواب قارئین کرام! خواجہ صاحب کی اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ شہر گوجرانوالہ کی فضا کو خراب کرنے والے چھپڑ والی مسجد کے سواتی برادران یعنی شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب ہیں اور مولانا سرفراز خان صاحب نے اہل حدیثوں کو خود بھی گالیاں دی ہیں اور بیٹوں سے بھی دلوائی ہیں۔

مولانا اسمٰعیل سلفی (۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب نے شہر گوجرانوالہ کی فضا کو خراب نہیں کیا، بلکہ خواجہ صاحب کے استادِ محترم جناب مولوی اسماعیل سلفی نے شہر کی فضا خراب کرنے میں پہل کی۔

چنانچہ انہوں نے علماء احناف اور خصوصاً علمائے دیوبند کے خلاف طرح طرح کی باتیں اپنی تصانیف میں لکھی ہیں، چنانچہ نتائج التقلید پر جو تقریظ انہوں نے لکھی ہے اس میں لکھتے ہیں۔

علماء دیوبند علماء دیوبند کو ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا اور ذہنی طور پر جماعت کو قلاش کر دیا۔ اس علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کی پیداوار خیالات کے لحاظ سے تین قسم پر ہے۔

(۱) مولوی انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کا رجحان بدعت کی طرف ہے اور اہل حدیث سے انتہائی بغض۔

(۲) مولوی اشرف علی صاحب رحمہ اللہ کے معتقدین میں بدعت کم ہے، مگر اہل حدیث سے بے حد بغض۔

(۳) مولوی حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے مریدوں میں توحید کی حمایت اور اہل توحید سے محبت تو ہے، لیکن بعض کو سنت سے بہت زیادہ بغض ہے۔ مدرسہ دیوبند میں اختلاف کے ساتھ جو چیز مشترک طور پر پائی جاتی ہے، وہ اہل حدیث سے بغض ہے۔ دیوبندی احناف نرم ہو کر سنت سے بھڑکتے ہیں اور مولوی احمد علی صاحب لاہوری وغیرہ اور بعض دوسرے لوگ اس راہ میں غلط بیانی

سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری سے چونکہ توحید میں ایک حد تک اشتراک ہے۔ اس لیے اہلِ حدیث ان حضرات پر بہت اعتماد کرتے ہیں، لیکن ان حضرات میں سنّت اور اہلِ حدیث سے بغض طبیعت ثانیہ ہو چکی ہے ان حضرات پر قطعاً اعتماد نہیں کرنا چاہیے (آگے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فنِ تصوّف و زہد کے بہترین ماہر مشہور تھے، لیکن حقیقتِ زہد کو خدا ہی جانتا ہے کہ کہاں تک ان میں موجود تھا۔ ہاں اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سچے صوفی سنّت کے شیدائی ہوتے ہیں، مگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی تصانیف میں سنّت اور اصحابِ حدیث سے انتہائی بغض پایا جاتا ہے عفا اللہ عنہ۔ اسی غلط تصوّف کی وجہ سے ان کی طبیعت پر وہم غالب تھا۔ (نتائج التقلید صـ ق ۔ ر)

ناظرین کرام مولانا اسمٰعیل سلفی نے علماء دیوبند کے بارے میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا، انہوں نے نہ تو علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا لحاظ کیا اور نہ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ کو معاف کیا۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں۔ شہر گوجرانوالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے۔ مثلاً حضرت مولانا محمد چراغ صاحب، حضرت مولانا عبدالواحد صاحب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل صاحب وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین، مگر وہ شریف آدمی تھے۔ مگر مولانا اسمٰعیل سلفی کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تینوں حضرات کا رجحان بدعت کی طرف مائل تھا، کیونکہ مولانا اسمٰعیل صاحب نے خود لکھا ہے کہ مولوی انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کا رجحان بدعت کی طرف ہے اور اہلِ حدیث سے انتہائی بغض۔ کون نہیں جانتا کہ مولانا محمد چراغ صاحب قاضی شمس الدین اور مفتی عبدالواحد صاحب یہ تینوں حضرات علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے شاگرد ہیں۔ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک تو یہ تینوں حضرات بدعتی ہوئے اور ان کے شاگرد کے نزدیک یہ تینوں حضرات نیک اور شریف آدمی تھے۔ خواجہ کا یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ قاضی شمس الدین صاحب کے بارے میں مولوی عبداللہ صاحب نے کیا کچھ نہیں لکھا میرا خیال ہے کہ خواجہ صاحب کے علم میں یہ بات نہیں آئی، اگر وہ قاضی شمس الدین صاحب کی القول الفصیح اور القول الصحیح اور دوسری کتابیں دیکھ لیتے تو ان کو بھی ان شریف آدمیوں میں شمار نہ کرتے۔ باقی مولانا چراغ صاحب اور مفتی عبدالواحد

صاحب اور مفتی خلیل صاحب نے اگر کوئی کتاب وغیرہ غیر مقلدین کے بارہ میں نہیں لکھی۔ اس لیے وہ ان کو شریف آدمی سمجھتے ہیں۔ مولانا اسمٰعیل سلفی انتہائی درجہ کا تعصب رکھتے تھے۔ اس بارے میں ان کی کتاب تحریکِ آزادیٔ فکر دیکھی جا سکتی ہے۔ تحریکِ آزادی فکر میں ایک جگہ علماءِ احناف اور علماءِ دیوبند کے خلاف لکھتے ہیں: حضرت مولانا شیخ سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ مدۃ العمر جمعہ احناف کی اقتداء میں ادا فرماتے رہے اس وقت علماءِ احناف سے ان کے مراسم بہت اچھے تھے۔ لیکن جب سید صاحب محترم حج کے لیے تشریف لے گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مولانا رحمت اللہ (کیرانوی) مرحوم اور مولانا خیر دین (والدِ گرامی مولانا ابوالکلام آزاد) مرحوم نے حرم بیت اللہ میں ان سے کیا معاملہ کیا۔

جامع شواہد الیسی کتاب کے اتہامات مرحوم پر تھوپ کر گرفتار کرایا، پھر تحقیق کے بعد مرحوم جب بری ثابت ہوئے تو معافی کا ناخشانہ کھڑا کر دیا۔ لدھیانے کا ایک ذہین خاندان اس ہیزم کشی میں شریک رہا۔ مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد، یہ سب حضرات اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ ان مظالم میں شریک تھے۔ آج بھی بریلوی حضرات کی غلط کاریوں سے اتنا شکوہ نہیں جس قدر ابناءِ دیوبند سے ہے۔ پاکستان میں دیوبندی علماء سے ایک نوجوان اور نو آموز گروہ اور خود دیوبند سے جو لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے نہ اکابرِ دیوبند کی عزت میں اس سے اضافہ ہوتا ہے نہ ہی اسے علم و دیانت کے معیار پر پرکھا جا سکتا ہے۔ ائمہ حدیث کے ساتھ انتہائی بغض کی بدبو اس لٹریچر سے آتی ہے۔ (تحریکِ آزادیٔ فکر ص ۱۷۵ تاریخ اشاعت ۱۶ نومبر ۱۹۶۶ء)

اس تحریر میں مولانا اسمٰعیل نے علماءِ دیوبند کے خلاف کیا کچھ نہیں کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جو کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ کے پیر و مرشد ہیں۔ ان کو ظالم قرار دیا اور علماءِ دیوبند کو علم و دیانت کے خلاف بتایا اور ان پر یہ الزام لگایا کہ یہ ائمہ حدیث کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ ناظرین کرام اگر مولانا اسمٰعیل سلفی کی غلط بیانی کی حقیقت واضح کی جائے اور عوام کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ شہر

کی فضا کو خراب کر دیا اور فتنہ پیدا کر دیا۔ مولانا چراغ اور مفتی عبدالواحد وغیرہ نے اگر مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ تحریرات نہیں دیکھیں یا ان کے ساتھ تعلقات کی بناء پر بحث و مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ تو یہ خوش ہیں کہ ہمارے لیے میدان خالی چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں، اگر مولانا سرفراز صاحب نے غیر مقلدین کی غلط بیانیوں اور احناف کے خلاف لگائے گئے فتووں کے بارے میں جوابی کارروائی کی ہے وہ بھی تحقیق اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر تو کہا جاتا ہے کہ مولوی سرفراز نے ہمارے خلاف کتاب کیوں لکھی ہے، مگر کتاب لکھنے کا سبب کیا بات بنی، اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔ مولانا اسمٰعیل صاحب نے اسی پر بس نہیں کی، ان کی بے شمار ایسی تحریریں موجود ہیں جو الاعتصام میں شائع ہوتی رہیں جن میں انہوں نے علماءِ احناف اور خصوصًا علماءِ دیوبند کو بُرا بھلا کہا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنی و مولانا خیر محمد جالندھری قاری طیب صاحب اور دیگر علماء دیوبند کو اپنی کتاب حیات النبیؐ میں گالیاں دینے کی حد کر دی ہے دیکھیے حیات النبیؐ ص ۲۷ ص ۴۵، ۵۸، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۸۵، ۸۳، وغیرہ اور "رسولِ اکرم کی نماز" ص۵ تا ۶ میں مولانا محمود حسن اور علامہ انور شاہ کشمیری کے متعلق کیا کچھ نہیں لکھا تفصیل اصل کتاب میں دیکھ لی جائے۔ علامہ انور شاہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ وسعت مطالعے کے باوجود بے حد متعصب ہیں ایک اور مقام پر علامہ انور شاہ کشمیری کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں شاہ صاحب کی دقتِ نظر اور ان کی جلالتِ قدر کے باوجود نیل الفرقدین اور بسط الیدین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کو مخالفت کے دلائل کی قوت سے بے حد ضیق اور دُکھ محسوس ہوتا ہے (آگے لکھتے ہیں) اگر حضرت شاہ صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا موقع ملتا یا بقول اکابر دیوبند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ دنیاوی ہوتی تو حضرت شاہ صاحب بڑے ادب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض فرماتے کہ حضور اگر آپ حنفی ہو جائیں تو معاملہ ختم ہو سکتا ہے (رسول اکرمؐ کی نماز ص ۶۷) اور حضرت شیخ الہندؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مولانا محمود حسن کا نکتہ یہ سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں اب دلائل کی بجائے چٹکلوں پر زور صرف ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا صاحب نے اپنی مایۂ ناز کتاب ایضاح الادلہ میں پہلے دونوں نظریات ترک کر کے ایک نیا نکتہ پیدا فرمایا ہے۔

(رسول اکرم کی نماز صفحہ ۶۵)

علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اس قلتِ علم اور شیوعِ تقلید کے دور میں دیوبند کے طالب علم اس چھلکے پر مطمئن ہو گئے۔ ناظرین کرام کہاں تک لکھے جائیں ایک دو بات ذکر کر کے آگے چلتے ہیں مولانا حسین علیؒ کے مریدوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان میں توحید سے محبت تو ہے لیکن بعض کو سنت سے بہت زیادہ بُغض ہے۔ مولانا اسمٰعیل سلفی کی اس بات کو غلط بیانی نہ کہیں تو اور کیا کہیں، مولانا نے یہاں بعض کا لفظ استعمال کر کے چالاکی سے کام لیا ہے۔ مولانا حسین علیؒ کے مریدین میں جو لوگ شمار ہوتے ہیں۔ ان حضرات میں مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں۔

(۱) شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ (۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ (۳) حضرت مولانا سیّد احمد رضا صاحب بجنوری مدظلہ (۴) قاضی شمس الدین صاحبؒ (۵) مولانا عبد العزیزؒ محدث گوجرانوالہ، مولانا عبد العزیز مفتی عبد الواحد کے چچا ہیں۔ ناظرین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ مولانا حسین علیؒ کے مریدوں میں کون کون سے لوگ شامل ہیں، مگر مولانا اسمٰعیل کہتے ہیں کہ یہ لوگ سنت سے بُغض رکھتے تھے، مگر بعض کا لفظ استعمال کر کے نام کسی کا نہیں لیا۔ مولانا کا فرض تھا کہ وہ ایک دو مرید کا نام لیتے تاکہ پتہ چل جاتا۔ مگر مولانا نے عوام کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔ ہمیں تو اس بات سے حیرت ہوتی ہے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب علماءِ دیوبند کے شاگرد بھی ہیں جیسا کہ مولانا کے صاحبزادے پروفیسر محمد لکھتے ہیں: "امرتسر میں آپ نے مفتی محمد حسن صاحب (جو قیامِ پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہوئے) سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ آپ مفتی صاحب موصوف سے بہت متاثر تھے۔ علوم و فنون میں ان کے ذوقِ صحیح کی بہت تعریف کرتے تھے اور فرماتے کہ مجھ کو فنون میں جتنا درک ہے یہ مفتی صاحب کے ہی طریق تدریس کا فیض ہے (مشکوٰۃ شریف مترجم ج۱ ص۱ مطبوعہ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

مفتی محمد حسن صاحب کے شاگرد ہونے کے باوجود مفتی محمد حسن صاحب کے پیر و مرشد حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کو جلی کٹی سنانے سے بھی باز نہیں آتے۔

مولانا اسمٰعیل سلفی کا آج سے تقریباً چھتیس ۳۶ سال قبل ۲ ستمبر ۱۹۵۴ء بمطابق ۴ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں ایک مضمون چار دن کی قربانی کے ثبوت میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں مولانا نے احناف کے خلاف زہر اگلا، مولانا کے مضمون کے چند اقتباسات کا خلاصہ

ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) جو لوگ قربانی کے صرف تین ہی دن تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا مسلک بالکل بلا دلیل ہے۔ (۲) اور یا محض آثارِ صحابہ پر اس کی بنیاد ہے۔ (۳) اور ان آثارِ صحابہ میں بھی بہت زیادہ غرابت ہے۔ (۴) جمہور اور ائمہ حدیث کا مسلک بھی یہی تھا۔ (۵) جو لوگ اس مسلک کے خلاف ہیں، وہ تنگ دل متعصب اور کم فہم ہیں۔ (۶) اور وہ پوری دیانتداری کے ساتھ بھی اپنے عمل کے لیے صحیح راستہ تلاش کرتے وقت اگر دوسرے فریق کے دلائل کا علمی اور تحقیقی رنگ میں صحیح جواب دیتے ہوئے بھی انکار کریں تو پھر بھی ان کا انکار جہالت ہے اور وہ دیانتدار نہیں ہیں۔ (۷) علامہ ترکمانی (جو کہ بہت بڑے محدث ہیں) تو اپنے مخالف کو کبھی بخشنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے اور اپنی تمام کمزوریوں کو چھپاتے ہیں۔ مولانا اسمٰعیل سلفی کی ان بے بنیاد باتوں پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے گرفت کی اور ایک مضمون اس کے رد میں لکھا اور ثابت کیا کہ قربانی صرف تین دن ہی ہوتی ہے اور مولانا سلفی کے لگائے گئے الزامات کے جواب بھی دیئے۔ شیخ الحدیث صاحب کا یہ مضمون ۱۲ ار ۱۳ ار ربیع الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۹۵۴ء میں مسئلہ قربانی کے نام سے شائع ہوا۔ شیخ الحدیث صاحب کی یہ پہلی تحریر ہے جو مولانا اسمٰعیل سلفی کے رد میں لکھی گئی آج بھی یہ رسالہ مل سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا اسمٰعیل سلفی نے خود تو کچھ نہیں لکھا، مگر چپ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لیے اپنے لائق شاگرد خواجہ قاسم کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ خواجہ قاسم نے مسئلہ قربانی کے جواب میں ایام قربانی کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا اور اس میں تحقیقی جواب دینے کی بجائے علمائے دیوبند اور مولانا سرفراز کو دل کھول کر گالیاں دیں۔ خواجہ صاحب کے جواب میں حضرت مولانا عبد القیوم صاحب ہزاروی نے سیفِ یزدانی بجواب ایام قربانی رسالہ لکھا۔ اس کے بعد کافی عرصہ کے لیے یہ مسئلہ دب گیا۔ اب پھر غیر مقلدین کی طرف سے اس مسئلے کو اٹھایا گیا۔ جامعہ اسلامیہ کے مدرس حافظ الیاس اثری نے ایک رسالہ القول اللائق فی توضیح ایام تشریق کے نام سے شائع کیا اور اس سال عید الاضحیٰ کے موقع پر مولوی عبد اللہ صاحب نے بھی مسائل قربانی کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا اور یہ دونوں رسالے مجلسِ دعوت اہلحدیث گوجرانوالہ کی طرف سے ڈاک کے ذریعے حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتی کو بھیجے گئے اور

تقاضا کیا گیا کہ ان کا جواب دیا جائے. ہماری طرف سے ان دونوں رسالوں کا جواب مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے قربانی کے صرف[1] تین دن ہیں کے نام سے دیا تو کہا جاتا ہے کہ مدرسہ نصرت العلوم والے ہمیں گالیاں دیتے ہیں. ناظرین کرام بات کافی دور چلی گئی ہے. کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ابتداء ہمیشہ غیر مقلدین ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے جو کتابیں غیر مقلدین اور علمائے احناف کے اختلافی مسائل پر لکھی ہیں وہ سب کی سب غیر مقلدین کے الزامات اور ان کے فتویٰ جات جو انہوں نے علماء دیوبند پر لگائے ہیں ان کے جواب میں ہیں بیاں پر تفصیل کا موقع نہیں ہے. اگر اللہ نے موقع دیا تو اس پر تفصیلاً کچھ لکھا جائے گا.

حکیم محمود صاحب حکیم محمود، مولانا اسمٰعیل صاحب کے فرزند ہیں جو کہ اپنی شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی پمفلٹ لکھتے ہی رہتے ہیں حکیم صاحب اس قابل تو نہیں تھے کہ اپنے والد کے جانشین بنتے، کیونکہ مولانا اسمٰعیل سلفی کی وفات کے بعد جمعیت اہل حدیث نے مولانا عبداللہ صاحب کو مولانا اسمٰعیل صاحب کی جگہ منتخب کیا اور اس بارے میں حکیم صاحب کی اور مولوی عبداللہ صاحب کی آپس میں کافی لڑائی بھی رہی حکیم صاحب نے بھی شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کے خلاف دو پمفلٹ شائع کیے ہیں، ایک کا نام ڈھول کا پول رکھا اور دوسرے کا نام اونچی دوکان پھیکے پکوان، مولوی سرفراز گکھڑوی کا علمی محاسبہ ہے. ان دونوں رسالوں کو جو شخص پڑھے گا وہ حکیم صاحب کے علم اور تہذیب کا خود اندازہ لگائے گا. ہماری طرف سے ان دونوں رسالوں کا جواب بھی نہیں دیا گیا، مگر پھر بھی کہا یہ جاتا ہے کہ نصرت العلوم والوں نے اور خاص کر مولانا سرفراز صاحب نے شہر کی فضا کو خراب کر دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں.

نمبر۲: حکیم صاحب نے ایک پمفلٹ باسی کڑی میں پھر ادبال کے نام سے بھی شائع کیا ہے. یہ پمفلٹ مدرسہ نصرت العلوم کے مفتی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ کے خلاف لکھا ہے. مولوی شہباز احمد سلفی غیر مقلد کی طرف سے ایک پوسٹر شائع ہوا تھا اس میں فقہ حنفی پر اعتراضات کیے گئے تھے. وہ پوسٹر مفتی عیسیٰ صاحب کے پاس لائے اور کہا گیا کہ ان سوالات کا جواب دو. ان سوالات اور اعتراضات کا پورے شہر میں چرچا ہو رہا تھا. مفتی عیسیٰ صاحب نے ان

[1] یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے.

اعتراضات کا مدلل جواب لکھا۔ یہ جوابات تائید الائمۃ المسلمین بر ہفوات فرقہ غیر مقلدین کے نام سے شائع ہوئے۔ حکیم صاحب نے باسی کڑی میں مفتی عیسیٰ صاحب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، مگر بری طرح ناکام رہے۔ دونوں پمفلٹ موجود ہیں ہر آدمی دیکھ سکتا ہے۔

(۴) حکیم صاحب نے ایک کتاب مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے خلاف بھی لکھی ہے۔ کتاب سے پہلے ایک اشتہار بھی فوٹو سٹیٹ کر کے تقسیم کیا ہے۔ کتاب کا نام شمس الضحیٰ ہے۔ یہ کتاب مولانا ارشاد الحق اثری اور خالد گھرجاکھی کی کتابوں سے سرقہ کر کے بنائی گئی ہے۔ اس کے متعلق تفصیل مولانا حبیب اللہ صاحب نے نور الصباح حصہ دوم میں کر دی ہے جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہوگی۔

(۵) علماء دیوبند کا ماضی تاریخ کے آئینے میں۔ یہ کتاب بھی حکیم صاحب نے مولانا عبدالحق خان بشیر کے رد میں لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی مطرقۃ الحدید اور مسعود عالم ندوی کی کتاب جو کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے رد میں ہے اور کچھ دوسرے غیر مقلدین کے پمفلٹ دیکھ کر کتاب لکھ ماری اور مصنف بن گئے اس کے متعلق مولانا عبدالحق خان بشیر نے اپنی کتاب سیف حنفی حصہ اول میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔

ناظرین کرام ہم نے خواجہ صاحب کے پمفلٹ کے صرف اس حصے کو لیا ہے جو مدرسہ نصرت العلوم سے تعلق رکھتا تھا کیونکہ ہم غیر متعلق بحث میں پڑنا نہیں چاہتے اور نہ یہ ہمارا مزاج ہے۔ اگر پھر خواجہ صاحب نے ہمارے متعلق کچھ کلام کیا تو انشاء اللہ ایسا جواب دیا جائے گا جو خواجہ صاحب کو یاد رہے گا۔ خواجہ صاحب میدان کو خالی نہ سمجھیں۔ آخر میں ہم خواجہ صاحب سے گزارش کریں گے کہ آپ خود امن سے رہیں اور لوگوں کو امن سے رہنے دیں۔ گوجرانوالہ شہر میں ہر فرقہ کے لوگ رہتے ہیں۔ بریلوی بھی ہیں اور دیوبندی بھی، شیعہ بھی ہیں اور غیر مقلدین بھی۔ اس لیے شہر کی فضا کو خراب نہ کریں تو اچھا ہے۔

احقر محمد فیاض خان سواتی

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۸/۱/۹۱

نماز میں ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنے کا ثبوت

مُرتّب

مولانا محمد فیاض خان سواتی

مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

بابِ اوّل

ناظرین کرام! اس باب میں ہم نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت پیش کریں گے اور شروع میں ائمہ اربعہ کا اس بارے میں جو اختلاف ہے وہ بھی عرض کریں گے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟

اس بارے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف

احناف کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا ایک سنت ہے، اور مردوں کے لئے ناف کے نیچے باندھنا دوسری سنت ہے، دُرِّ مختار میں ہے

وَوَضْعُ یمینه علی یسارہ، وکونُه تحت السُّرَّۃِ للرجال

اور نماز کی سنت اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے اور مردوں کے لئے اس کا ناف کے نیچے ہونا ہے

علامہ شامی "وکونه" پر لکھتے ہیں کہ

قَدَّرَ الکونَ لماذکرنا قبله

صاحب درمختار نے لفظ "کون" اس وجہ سے پوشیدہ مانا ہے جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے۔

(شامی ص ۳۹۱ ج ۱)

یعنی یہ بتانے کے لئے ہے کہ یہ دو سنتیں علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک ہاتھوں کا باندھنا، اور دوسری ناف کے نیچے باندھنا، اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے، اور ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے، اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑے، اور باقی تین انگلیاں، کلائی پر پھیلی ہوئی رکھے، اور عورتیں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دونوں ہاتھ سینہ پر رکھیں[1]۔

مالکیہ کے نزدیک سینہ پر ہاتھ باندھنا نفل نماز میں جائز ہے، اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔ ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ چھوڑ دئے جائیں، علامہ دَرْدِیْر کی شرح صغیر میں ہے۔

---

[1] شامی ص ۳۵۹ ج ۱ ۱۲

وَنُدِبَ اِرْسالُهُما، وجاز القبضُ اى قبضهما على الصدرِ بنفلٍ اى فيه وكُرِهَ القبضُ بفرضٍ للاعتماد اى لما فيه من الاعتماد اى كَانَّهٗ مُسْتَنِدٌ
(بُلغة السالك ص۱۱۵ ج۱)

دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دینا مستحب ہے، اور دونوں ہاتھ سینہ پر باندھنا نفل نماز میں جائز ہے، اور فرض نماز میں مکروہ ہے، ٹیک لگانے کی وجہ سے یعنی ہاتھ باندھنے میں ٹیک لگانا ہے یعنی گویا وہ کسی چیز سے ٹیک لگانے والا ہے۔

شوافع کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اور سینہ کے نیچے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہے، شرح مُہذب میں ہے کہ

وَيَجْعَلُهُما تحت صدره وفوق سُرَّتِهٖ، هذا هو الصحيح المنصوص (المجموع ص۳۱۰ ج۳)

اپنے دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے، اور ناف کے اوپر رکھے، مذہب شافعی رحمہ اللہ میں یہی صحیح اور مصرح قول ہے

امام احمد بن حنبل رح سے تین[3] روایتیں مروی ہیں، ناف[1] کے نیچے باندھے، ناف[2] سے اوپر باندھے ۔ ۔ دونوں[3] جگہ باندھنے کی گنجائش ہے، البتہ متون میں جو قول لیا گیا ہے وہ ناف کے نیچے ہاتھ ۔ ۔ ۔ ے ہے، مختصر خرقی میں ہے وَيَجْعَلُهُما تَحْتَ سُرَّتِه اور اس کی شرح مُغنی میں تینوں قول ہیں[1]

ملحوظہ مذاہب کی مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن حضرات کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے ان کے درمیان کوئی شدید اختلاف نہیں ہے، کیونکہ احناف کے نزدیک زیرِ ناف ہاتھ اس طرح باندھنا مسنون ہے کہ ناف ہاتھوں کے بالائی حصہ سے لگی ہوئی ہو، اور شوافع کے نزدیک اس طرح ہاتھ باندھنا مسنون ہے کہ ناف ہاتھوں کے زیریں حصہ سے لگی ہوئی ہو اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے استحباب کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے، مالکیہ کے یہاں بھی نفل نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا صرف جائز ہے، مستحب نہیں ہے۔

ہاتھ باندھنے کی روایات

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس سلسلہ میں صحیح روایتیں موجود ہیں، اور ان کی تعداد بیس[20] تک پہنچتی ہے جن میں سے دو[2] مرسل ہیں، باقی سب مرفوع ہیں[2]، خود امام مالک علیہ الرحمۃ نے مُوطّا میں ہاتھ باندھنے کی روایت ذکر کی ہے[3] یہاں بطور مثال[4] سات روایتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱؎ المغنی ص۵۱۴ ج۱ ۱۲

۲؎ معارف السنن ص۴۳۶ ج۲

۳؎ مُوطّا مالک ص۵۵ باب وضع الیدین الخ

۴؎ تفصیل کے لئے دیکھئے زیلعی ص۳۱۳ ج۱، عینی شرح بخاری ص۲۷۸ ج۵ اور اعلاء السنن ص۱۶۳ ج۲ باب وضع الیدین تحت السرۃ الخ

حوالہ نمبر : ۱

بخاری شریف میں ہے۔

قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ، قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ: لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِىْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ؎۱

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے، حضرت سہل سے روایت کرنے والے حضرت ابو حازم کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہی بات ہے کہ حضرت سہل اس بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب فرماتے تھے۔

ابو حازم کے قول کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ہاتھ باندھنے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

حوالہ نمبر : ۲

مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجرؓ کی لمبی روایت میں ہے کہ

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ؎۲

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

حوالہ نمبر : ۳

عَنْ جَابِرٍ رضٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّىْ قَدْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَانْتَزَعَهَا وَوَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى (مجمع الزوائد ص ۱۰۴ ج ۲، رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح، مصنف ابن ابى شيبہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس گزرے وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زور سے ہٹا کر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔

؎۱ بخاری شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری

؎۲ مسلم شریف ص ۱۷۳ ج ۱ مصری باب وضع یده الیمنی الخ

حوالہ نمبر: ۴

عن ابن عباس قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول إنا معشر الأنبياء أمرنا بتعجيل فطرنا وتأخير سحورنا وأن نضع أيماننا على شمائلنا في الصلوة

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے، ہم نبیوں کا گروہ ہیں، ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار جلدی کریں۔ اور سحری تاخیر سے، اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہم دائیں ہاتھوں کو بائیں ہاتھوں پر رکھیں نماز میں۔

(مجمع الزوائد ص ۱۰۵ ج ۲ بحوالہ الطبرانی۔ وقال رجالہ رجال الصحیح۔ وصحیح ابن حبان ص ۱۹۶ ج ۳)

حوالہ نمبر: ۵

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (مسند احمد ص ۱۱۰ ج ۱
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیشک سنت میں سے ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہے) نماز میں ہاتھوں کو دوسرے ہاتھوں پر (دائیں کو بائیں پر) ناف کے نیچے رکھیں۔

حوالہ نمبر: ٦

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ۔

(ترمذی ص ۳۴، ابن ماجہ ص ۵۸)

حضرت قبیصہ بن ھلبؓ اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز پڑھاتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے۔

حوالہ نمبر: ۷

وَوَضَعَ عَلِيٌّ كَفَّهُ عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ

اور حضرت علیؓ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے

(بخاری ص۱۵۹ ج۱)

محلِ وضع کی روایات

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس سلسلہ میں اور تین[۲] رائیں ذکر کی گئی ہیں، (۱) سینہ پر (۲) ناف کے نیچے (۳) اور ناف کے اوپر اور سینہ کے نیچے —— یہ تیسری صورت شوافع کا مختار مذہب ہے، مگر اس سلسلہ میں کوئی بھی روایت نہیں ہے، معارف السنن میں ہے:

ومذهب الشافعي واحمد في رواية تحت الصدر وفوق السرة، ولكن لا دليل في المرفوع ولا في الموقوف لهذا التفصيل (ص۴۴۵ ج۲)	امام شافعی کا مذہب اور امام احمد کی ایک روایت سینہ سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کی ہے، مگر اس بات کی نہ تو مرفوع روایات میں کوئی دلیل ہے، نہ موقوف روایات میں (یعنی صحابۂ کرام کے قول وعمل میں)

اس لئے شوافع نے اپنے مسلک پر علیٰ صدرہ کی روایات سے استدلال کیا ہے، امام نوویؒ لکھتے ہیں واحتج اصحابنا بحدیث وائلؓ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسریٰ علیٰ صدرہ رواہ ابوبکر بن خزیمۃ فی صحیحہ (المجموع ص۳۱۳ ج۳)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات

دلیل نمبر: ۱

محدث ابن ابی شیبہؒ جو امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کے استاذ ہیں وہ حضرت وکیعؒ سے اور وہ موسیٰ بن عمیرؒ سے وہ علقمہ بن وائلؓ سے وہ اپنے والد حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔	میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۰ ج۱ طبع کراچی، آثار السنن ص۶۹ ج۱ وقال اسنادہ صحیح)

نوٹ[۱]: نماز میں ہاتھ چھوڑنے کی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے، مالکیہ نے بھی اس سلسلہ میں کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے، بلکہ انھوں نے ارسال کے استحباب کی صرف عقلی دلیل بیان کی ہے کہ ہاتھ باندھنا ٹیک لگانا ہے، اور ٹیک لگانا نوافل میں تو مطلقاً جائز ہے مگر فرائض میں بے ضرورت مکروہ ہے، اس لئے انھوں نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے، مگر نصوص کے مقابلہ میں عقلی دلیل نہیں چلتی۔

دلیل نمبر: ۲

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلٰوۃِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّۃِ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱/ج۱ مسند احمد ص ۱۱۰/ج۱)

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

دلیل نمبر: ۳

عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَاَلْتُہٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ یَضَعُ — قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِہٖ عَلٰی ظَاہِرِ کَفِّ شِمَالِہٖ وَیَجْعَلُہَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّۃِ۔

حضرت حجاج بن حسان رح کہتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے؟ تو انہوں نے کہا اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف سے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱/ج۱ و آثار السنن ص ۷۱/ج۱ وقال اسنادہ صحیح)

دلیل نمبر: ۴

عَنْ اِبْرَاہِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ

حضرت ابراہیم نخعی رح نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰/ج۱ و آثار السنن ص ۷۱/ج۱ قال اسنادہ حسن)

دلیل نمبر: ۵

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ (الجوہر النقی علی البیہقی ص ۳۱/ج۲ محلی ابن حزم ص ۳/ج۱)

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

دلیل نمبر: ۶

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

حضرت انسؓ نے کہا ہے کہ تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ روزہ کی افطار میں جلدی کرنا۔ اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

(الجوہر النقی علی البیہقی ص۳۲ ج۲، المحلی ابن حزم ص۱۲۲ ج۱)

دلیل نمبر: ۷

عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (الدارقطنی والبیہقی)

(مسند اہل بیت ص۱۶۳)

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باندھے۔

مسند اہل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے۔ اس کے مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو کہ دو واسطوں سے میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد ہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب مسند اہل بیت کے ٹائٹل پر درج ہے۔

باب دوم

فریقِ مخالف کے دلائل اور انکے جوابات

دلیل نمبر: ۱

اخبرنا ابوطاھر حدثنا ابوبکر حدثنا ابوموسیٰ حدثنا مومل بن اسمٰعیل حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ۔

وائل بن حجرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اپنے سینے پر۔

(صحیح ابنِ خزیمہ ص۲۴۳ ج ۱، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

الجواب

اس روایت کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسمٰعیل ہے اور یہ راوی ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے ابوحاتم اس کو کثیر الخطأ کہتے ہیں۔ ابنِ حبّان کا بیان ہے کہ ان کی روایت میں کثرت سے خطا ہوتی ہے۔ یعقوب بن سفیانؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کو ان کی روایات سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ وہ منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ ساجیؒ اس کو کثیر الخطأ کہتے ہیں۔ امام دارقطنیؒ اور ابن سعدؒ اس کو کثیر الخطأ اور کثیر الغلط کہتے ہیں ابن قانع اس کو یخطی سے تعبیر کرتے ہیں۔ محمد بن نصر مروزی اس کو سیئ الحفظ اور کثیر الخطأ کہتے ہیں۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں کہ وہ کثیر الخطأ ہے۔

(میزان الاعتدال ص۲۲۱ ج۳ وتہذیب التہذیب ص۳۸۰ ج۱۰ بحوالہ احسن الکلام ص۲)

نیز حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ۲۰۶/۹ میں تصریح کی ہے کہ مؤمل بن اسماعیل عن سفیان الثوری کا طریق ضعیف ہے اور یہ روایت اسی طریق سے مروی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سفیان ثوری جو اس حدیث میں مؤمل بن اسمٰعیل کے استاذ ہیں، خود وضع الیدین تحت السرہ کے قائل ہیں۔

بعض حضرات نے صحیح ابن خزیمہ کی روایت کی تصحیح کے سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ ابن خزیمہ کا اپنی کتاب میں اس حدیث کو ذکر کرنا بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت اُن کے نزدیک صحیح ہے، کیونکہ امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث لانے کا التزام کیا ہے لیکن یہ خیال درست نہیں، کیونکہ صحیح ابن خزیمہ نفس الامر کے اعتبار سے صحیح مجرد نہیں ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے "تدریب الراوی" میں لکھا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں بعض احادیث ضعیف اور منکر بھی آگئی ہیں،

اس پر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "صححه ابن خزيمة" جس کا حاصل یہ ہوا کہ ابن خزیمہ نے یہ حدیث صرف ذکر ہی نہیں کی بلکہ اس کی تصحیح بھی کی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قاضی شوکانیؒ نے یہ جملہ اس لئے لکھا ہے کہ اُن کے خیال میں ابن خزیمہ کا کسی حدیث کو اپنی صحیح میں صرف روایت کر دینا ہی اس کی صحت کی دلیل تھا، جس کی دلیل یہ ہے کہ شوکانی کے زمانہ میں صحیح ابن خزیمہ دستیاب نہیں تھی، کہ وہ اس کو دیکھ کر تصحیح نقل کرتے، بلکہ صحیح ابن خزیمہ تو حافظ ابن حجرؒ ہی کے زمانہ میں نایاب ہوگئی تھی، اور خود حافظ ابن حجرؒ کے پاس بھی اس کا مکمل نسخہ نہیں تھا، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ شوکانیؒ کے پاس صحیح ابن خزیمہ نہیں تھی، اور انھیں اس روایت کا صحیح ابن خزیمہ میں موجود ہونا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوا تھا، پھر چونکہ ان کے نزدیک ابن خزیمہ کا کسی روایت کو اپنی صحیح میں ذکر کرنا ہی تصحیح کے مرادف تھا، اس لئے انھوں نے "رواه ابن خزيمة وصححه" لکھ دیا، پہلے ہم یہ بات محض قیاس سے کہتے تھے لیکن اب الحمد للہ چند سال قبل صحیح ابن خزیمہ کی دو جلدیں شائع ہو کر منظرِ عام پر آگئی ہیں، ان کی مراجعت کرنے سے اس قیاس کی پوری تصدیق ہوگئی، کیونکہ امام ابن خزیمہؒ نے اس میں یہ حدیث مؤمل بن اسمٰعیل کے طریق سے تخریج کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے، صراحۃً اس کی تصحیح نہیں کی[۱] اور کسی حدیث پر حافظ ابن خزیمہ کا سکوت

---

[۱] صحیح ابن خزیمہ، ج ۱ ص ۲۴۳، رقم الحدیث ۴۷۹۔

اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ ان کا طرز یہ ہے کہ وہ امام ترمذیؒ کی طرح حدیث کی حیثیت بیان کرتے ہیں، اس لئے کسی حدیث پر محض ان کے سکوت سے اُس حدیث کی صحت لازم نہیں آتی بالخصوص جبکہ وہ مؤمل بن اسمٰعیل جیسے ضعیف راوی کا تفرد ہو نیز حضرت وائل کی یہ حدیث دوسری کتب حدیث میں بھی ثقات سے مروی ہو کر آئی ہے، ان میں سے کوئی بھی "علی الصدر" کی زیادتی نقل نہیں کرتا[1] چنانچہ علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت وائل بن حجرؓ کی اس حدیث کو متعدد طرق سے نقل کیا ہے، اس کے علاوہ مسند ابوداؤد طیالسی[2] اور صحیح ابن حبان[3] میں اس کے مزید طرق ہیں ان میں سے کسی طریق میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا مذکور نہیں، بلکہ علامہ ابن القیمؒ نے بھی "اعلام الموقعین" میں یہ اعتراف کیا ہے کہ مؤمل بن اسمٰعیل کے سوا کوئی یہ زیادتی نقل نہیں کرتا، لہٰذا ان تمام راویوں کے مقابلہ میں مؤمل جیسے ضعیف راوی کا تفرد حجت نہیں ہو سکتا۔

دلیل نمبر: ۲

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا یحیٰی بن سعید عن سفیان حدثنی سماک بن حرب عن قبیصة بن ھلب عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن یساره ورایته قال یضع ھذہ علی صدرہ وصف یحیٰی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔ (مسند احمد ص ۲۲۶ ج ۵)

ہلب فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ دائیں اور بائیں جانب پھر جاتے تھے اور میں نے ان کو دیکھا کہ اس ہاتھ کو سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ دائیں کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھتے تھے۔

---

[1] رواہ احمد من طریق عبد الله بن الولید عن سفیان عن عاصمؒ واحمد والنسائی من طریق زائدہ عن عاصمؒ وابوداؤد وابن ماجہ من طریق بشر بن المفضل عن عاصم، وابن ماجہ من طریق عبد الله بن ادریس واحمد من طریق عبد الواحد وزہیر بن معاویة وشعبة عن عاصم کلھم بغیر ھذہ الزیادة (ملخصاً من آثار السنن، ص ۶۵)

[2] فاخرجه من طریق سلام بن سلیم عن عاصم (ص ۱۳۷، حدیث نمبر ۱۰۲۰) ۱۲

[3] فاخرجه من طریق شعبة عن سلمة بن کہیل حجر بن العنبس عن علقمة عن وائل (موارد الظمآن ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۴۳۷)

الجواب

اس روایت کی سند میں ایک راوی سماک بن حرب واقع ہے اور وہ ضعیف ہے۔
اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ تہذیب التہذیب ص ۲۳۳، ۲۳۴ ج ۴ پر لکھتے ہیں : وقال ابن عمار یقولون انه کان یغلط ویختلفون فی حدیثه - وقال ذکریا ابن عدی عن ابن المبارکؒ سماکؒ ضعیف فی الحدیث ۔ وقال ابن حبان فی الثقات یخطی کثیرًا - وقال ابن خراش فی حدیثه لین - وقال ابو طالب عن احمد مضطرب الحدیث -
صاحبِ مشکوٰۃ نے اکمال ص ۵۹۹ میں سماک بن حرب کی نسبت لکھا ہے۔ نهو مائتی حدیث ثقة ساء حفظه وضعفه ابن المبارکؒ وشعبة وغیرها۔
علامہ ذہبی میزان الاعتدال ص ۴۲۷ ج ۱ میں لکھتے ہیں : روی ابن المبارکؒ عن سفیان انه ضعیف وقال احمد مضطرب الحدیث وقال صالح جزرة یضعف وقال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن حجة لانّه کان یلقن فیلقن انتهٰی ملخصًا ۔ حافظ ابنِ حجر تقریب ص ۱۳۷ میں لکھتے ہیں صدوق وروایته عن عکرمة خاصه مضطربة وقد تغیر بآخره فکان ربما یلقن ۔ اور قبیصہ کے متعلق تہذیب ص ۳۵۰ ج ۸ قال ابن المدینی والنسائی مجهول لم یروعنه غیر سماکؒ ۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں علی صدرہ کے الفاظ غیر محفوظ ہیں، کیونکہ یحییٰ متفرد ہیں سماک سے علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں۔ کیونکہ یحییٰ کے علاوہ جن لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ سماک بن حرب سے وہ علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کرتے ۔ یہ روایت ترمذی ص ۳۴ ج ۱ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے : حدثنا

قتیبة ثنا ابو الاحوص عن سماک بن حرب عن قبیصة بن هلب عن ابیہ قال کان رسول اللہ یومنا فیاخذ شمالہ بیمینہ ۔ اور ابن ماجہ ص۵۸ میں اس طرح نقل کی گئی ہے : عن عثمان بن ابی شیبة ابی الاحوص عن سماک ۔

اور مسند امام احمد بن حنبل ص۲۳۶/ج۵ میں اس طرح نقل کی گئی ہے : حدثنا عبداللہ ثنا ذکریا بن یحیی بن صبیح ثنا شریک عن سماک عن قبیصة بن الھلب عن ابیہ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام النصاری فقال لا یحیکن فی صدرک طعام ضارعت فیہ النصرانیة قال ورایتہ یضع احدی یدیہ علی الاخری قال ورأیتہ ینصرف مرة عن یمینہ ومرة عن شمالہ ۔

مسند احمد ص۲۲۶/ج۵ ہی کی ایک اور روایت درج کی جاتی ہے : حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر الورکانی ثنا شریک عن سماک عن قبیصة بن ھلب عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سألتہ عن طعام النصاری فقال لا یختلجن اولا یحیکن فی صدرک طعام ضارعت فیہ النصرانیہ قال وکان ینصرف عن یسارہ وعن یمینہ ویضع احدی یدیہ علی الاخری ۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں سماک سے ابو الاحوص روایت کرتے ہیں اگر علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کرتے ۔

ایک اور روایت مسند احمد ص۲۲۶/ج۵ سے نقل کی جاتی ہے : حدثنا عبداللہ حدثنی ابی بکر بن ابی شیبة ثنا وکیع عن سفیان عن سماک بن حرب عن قبیصة بن الھلب عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واضعا یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰة ورأیتہ ینصرف عن یمینہ وعن شمالہ ۔

ان پانچ روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ علی صدرہ کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں کیونکہ زیادت ثقہ کی اس وقت معتبر ہے کہ روایات ثقات کے مخالف نہ ہوں۔ مختصر یہ ہے کہ اس روایت کی سند کیسی بھی ہو مگر نفسِ حدیث ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ۳

عن طاؤس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنٰی علی یدہ الیسرٰی ثم یشد بینھما علی صدرہ وھو فی الصلوۃ۔

(مراسیل ابی داؤد ص۳۷)

طاؤس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے پھر سینے پر باندھتے تھے۔ درآں حالیکہ آپ نماز میں ہوتے تھے۔

الجواب

اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ ہے اور وہ ضعیف ہے حافظ ابنِ حجر تہذیب التہذیب ج۴ ص۲۲۶ میں لکھتے ہیں: قال للبخاری عندہ مناکیر۔ وقال نسائی لیس بالقوی فی الحدیث وقال ابوحاتم محلہ صدق وفی حدیثہ بعض اضطراب۔

نیز حافظ ابنِ حجر تقریب ص۱۳۶ میں لکھتے ہیں: صدوق فقیہ فی حدیثہ بعض لین وخولط قبل موتہ۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ کیونکہ طاؤس صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔

دلیل نمبر: ۴

اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحٰق انباء الحسن بن یعقوب ثنا یحیٰی بن

الی طالب انباء زید ثنا سفیان عن ابن جریج عن ابی الزبیر قال امرنی عطاء ان اسأل سعیدا این تکون الیدان فی الصلوٰة فوق السرۃ او اسفل من السرة فسألته عنه فقال فوق السرة۔

زبیر سے مروی ہے کہ عطا نے مجھ سے کہا کہ سعید بن جبیر سے جو تابعی تھے پوچھ کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟ میں نے پوچھا تو سعید نے فوق السرۃ بتایا

امام بیہقی نے یہ اثر نقل کرنے کے بعد لکھا: وکذلک۔

قال ابو مجلز لاحق بن حمید واصح اثر روی فی هذا الباب اثر سعید بن جبیر وابی مجلز۔

الجواب

علامہ علاء الدین ماردینی نے جواہر النقی میں امام بیہقیؒ پر یوں اعتراض کیا ہے کہ:

کیف یکون اثر ابن جبیر اصح ما فی هذا الباب وفی سنده یحییٰ بن ابی طالب تکلموا فیه وفی تاریخ بغداد للخطیب عن موسی بن هارون قال اشهد علی یحییٰ بن ابی طالب انه یکذب وفیه ایضاً عن ابی احمد محمد بن اسحٰق الحافظ انه قال لیس بالمتین وفیه ایضاً عن عبید الاجری انه قال خط ابو داؤد سلیمان بن الاشعث علی حدیث یحییٰ بن ابی طالب۔

رہا امام بیہقیؒ کا یہ قول کہ ابو مجلز نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ محض بے سند ہے۔ بلکہ ابو مجلز سے اس کے خلاف مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ ص $\frac{391}{1ج}$ میں بسند صحیح ان کا قول تحت السرۃ اور الجوہر النقی ص $\frac{31}{2ج}$ میں ہے ومذهب ابی مجلز الوضع اسفل السرة حکاه عنه ابو عمر فی التمهید۔ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان ص $\frac{263}{6ج}$ پر لکھتے ہیں: قال موسیٰ بن هارون قال اشهد

علی یحیی بن ابی طالب انہ یکذب۔

دلیل : ۵

حدثنا محمد بن قدامۃ بن اعین عن ابی بدر عن ابی طالوت عبد السلام عن ابن جریر الضبی عن ابیہ قال رأیت علیا یمسک شمالہ بیمینہ علی الرسغ فوق السرۃ۔ (ابوداؤد ص۲۶/۱)

ابن جریر ضبی سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑے ناف کے اوپر رکھے ہوئے ہیں۔

مع شرح عون الودود مطبوعہ کتب خانہ تجارت کراچی

جواب

علامہ ذہبی میزان الاعتدال ص۳۹۷/۱ میں لکھتے ہیں۔ جریر الضبی عن علی لا یعرف اور فوق السرۃ کے معنی عن السرۃ بھی ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ روایت وضع الیدین علی الصدر کو چنداں مفید نہیں۔

دلیل : ۶

اخبرنا ابوبکر احمد بن محمد بن الحارث الفقیہ انبا ابو محمد بن حیان ابوالشیخ ثنا ابوالحریش الکلابی ثنا شیبان ثنا حماد بن سلمۃ ثنا عاصم الجحدری عن ابیہ عن عقبۃ بن صہبان کذا قال ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی ہذہ الآیۃ (فصل لربک وانحر) قال وضع یدہ الیمنی علی وسط یدہ الیسری ثم وضعہما علی صدرہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت (فصل لربک وانحر) سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے وسط پر رکھنا پھر سینے پر باندھنا ہے۔ (سنن الکبرٰی ص۳۰/۲)

الجواب

اس کی سند میں ابوالحریش کلابی اور ابوعاصم الجحدری دونوں مجہول ہیں اور اس روایت

کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر ص ۵۵۸ ج ۴ پر لکھتے ہیں :- وقیل المراد بقوله والنحر وضع ید الیمنی علی الید الیسری تحت النحر یروی هذا عن علی ولا یصح۔

اس آیت کی یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے بھی امام بیہقیؒ نے سنن الکبری ص ۳۱ ج ۲ میں نقل کی ہے۔ پہلے ہم وہ روایت نقل کرتے ہیں اور بعد میں اس کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں :- اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحٰق انباء الحسن بن یعقوب بن البخاری انباء یحیی بن ابی طالب انباء زید بن الحباب ثنا روح بن المسیب قال حدثنی عمرو بن مالك النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس رضی اللہ عنهما فی قول الله عزّ وجلّ (فصل لربك وانحر) قال وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة عند النحر۔ (سنن الکبری ص ۳۱ ج ۲)

ترجمہ :- "ابو الجوزاء سے مروی ہے کہ ابن عباس نے آیت فصل لربک وانحر کی تفسیر میں وَانْحَرْ کے معنے یہ کیے کہ اور رکھ دایاں ہاتھ بائیں پر نماز میں نحر کے قریب۔"

جواب :

یہ حدیث محض ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابی طالب ہے اور یہ ضعیف ہے اسکے متعلق دلیل ۴ کے جواب میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا راوی روح بن المسیب ہے اسکے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال ص ۳۴۲ ج ۱ پر لکھتے ہیں : قال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات لا یحل الروایة عنه وقال ابوحاتم لیس بالقوی وقال ابن عدی احادیثه غیر محفوظة۔

تیسرا راوی : عمرو بن مالک النکری ہے علامہ ماردینی الجوہر النقی ص ۳۰ ج ۲ پر لکھتے ہیں، قال ابن عدی عمرو النکری منکر الحدیث عن الثقات یسرق الحدیث ضعفه ابو یعلی الموصلی
علامہ ساعاتی مسند احمد کی تبویب الفتح الربانی ص ۱۲۴ ج ۳ پر لکھتے ہیں : نسبة هذا التفسیر الی علی وابن عباس لا تصح کما قال ابن کثیر والصحیح نحر البدن۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں غیر مقلدین کے جھوٹ اور غلط بیانیاں

○ ــــ سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔
(فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۳/ج ۱، فتاویٰ علماء حدیث ص ۹۱/ج ۳)

اس عبارت میں دو جھوٹ بولے گئے ہیں۔ نہ بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث ہے اور نہ ہی مسلم شریف میں، جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہو۔ یہ دونوں باتیں سفید جھوٹ ہیں۔ اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو بخاری اور مسلم میں دکھائے۔

○ ــــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے ... صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۵۷/ج ۱)

مولانا ثناء اللہ کا یہ بھی جھوٹ ہے۔

○ ــــ مسند احمد ص ۲۲۶/ج ۵ پر يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ تھا۔ فتاوی ثنائیہ میں يَضَعُ يده عَلٰى صَدْرِهٖ کر دیا۔ (ص ۴۵۸/ج ۱، ص ۴۴۵/ج ۱)

وہ روایت اسی کتاب کے ص ۱۲ پر گزری ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

○ ــــ ابن خزیمہ میں ایک حدیث اس سند سے تھی اخبرنا ابوطاهر نا ابوبكر نا ابوموسیٰ نا مؤمل نا سفيان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر الحديث ص ۲۴۳/ج ۱۔ مگر اس ضعیف سند کو اتار کر مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری شارح ترمذی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور علی محمد سعیدی نے مسلم کی یہ سند لگا دی۔ عن محمد بن يحيیٰ عن عفان عن همام عن محمد بن جحادة عن عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل وموالی لهم عن ابيه (مسلم)۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۴۳/ج ۱، فتاویٰ علماء حدیث ص ۹۱/ج ۳)

○ ــــ مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص ۴۵۷/ج ۱) حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

○ فتاوی علماء حدیث میں ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اسکو صحیح کہا ہے۔ (ص ۹۵/۳)
حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

○ گوجرانوالہ کے ابوخالد نور حسین گرجاکھی نے اپنے رسالہ "اثبات رفع یدین" ص ۲۲ پر حضرت وائل بن حجرؓ کی شہادت کے تحت صحیح مسلم ص ۱۷۳/۱، ابن ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۰۰، دارقطنی ص ۱۱۸، ابوداؤد ص ۱۹۳/۱، جزء بخاری ص ۱۳، مسند احمد ص ۱۴۷/۳، جزء سبکی ص ۱۳، مشکوٰۃ۔ ۹ کتابوں کے حوالے سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث لکھی ہے۔
حالانکہ اس حدیث میں علٰی صَدْرِہٖ کا لفظ کسی ایک کتاب میں بھی نہیں ہے۔

○ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ ص ۳۵/۱، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

○ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے۔
(ہدایہ ص ۳۵/۱، شرح وقایہ ص ۹۳، حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳)

○ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قولِ علیؓ ہے اور ضعیف ہے۔
یہ تینوں باتیں محض جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصل عبارت پیش کریں جسکا یہ ترجمہ ہے۔

○ مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ (ہدایہ ص ۳۵۱/۱)
آپ حیران ہوں گے کہ صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۳ھ میں ہو چکا تھا جب کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے تو بارھویں صدی کے بزرگ کی نماز کا طریقہ چھٹی صدی ہجری کی کتاب میں کیسے آگیا؟ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی منچلا کہہ دے کہ میاں نذیر حسین دہلوی میدانِ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔

○ مولوی محمد حنیف جھنگوی غیر مقلد لکھتا ہے "حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلۂ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں" (قولِ حق ص ۶۲)

واللہ اعلم بالصواب۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

احقر: محمد فیاض خان سواتی
۷ دسمبر ۱۹۹۰ء

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

انکی کتب کا اجمالی تعارف

مرتّب

مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، جامع مسجد نور گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعۃ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

امام محمدؒ اور ان کی تصنیفات

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خاتم الانبیاء والمرسلین و علٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

"احقر کو اللہ رب العزت نے متعدد مرتبہ درجہ عالیہ دورہ حدیث شریف کی کلاس کو موطا امام محمدؒ نسائی شریف اور شمائل ترمذی شریف وغیرہ کتب کے پڑھانے کا شرف عظیم بخشا۔ فالحمد للہ کثیراً علٰی ذلک موطا امام محمدؒ کی تدریس کے دوران مطالعہ میں حضرت امام محمدؒ کے متعلق اور ان کی کتب کے متعلق چند مفید باتیں سامنے آئیں جنہیں خصوصاً" طلباء عظام اور عموماً" عوام الناس کے استفادہ کے لیے شائع کیا جارہا ہے" (فیاض)

امام محمدؒ کے ابتدائی حالات

آپ کا نام محمدؒ کنیت ابو عبداللہ والد کا نام حسن اور دادا کا نام فرقد تھا۔ سلسلہ نسب یوں ہے ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی الکوفی۔ آپ کی ولادت بعض کے نزدیک ۱۳۱ھ میں اور بعض کے نزدیک ۱۳۲ھ میں ہوئی اور یہ ہی درست ہے اور عند البعض ۱۳۵ھ میں واسط شہر کے اندر ہوئی (واسط شہر وہی ہے جہاں مشہور سپہ سالار محمد بن قاسم کو سلیمان بن عبد الملک نے سازش سے تختہ دار پر لٹکایا تھا) آپ کے والدین کا اصل مسکن جزیرہ (شام) یا دمشق کی قریبی بستی حرستا تھا جو کہ دمشق میں وسط غوطہ کے اندر واقع ہے۔ وہاں سے نقل مکانی کر کے وہ واسط میں منتقل ہوئے۔ یہاں امام محمدؒ کی ولادت

ہوئی اس کے بعد مستقل کوفہ میں ہی انہوں نے سکونت اختیار کرلی اور یہیں امام محمدؒ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ شیبانی آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی شیبان سے آپ تعلق رکھتے تھے جو کہ عربوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے ۔ اور بعض کے نزدیک قبیلہ شیبانی کی طرف امام محمدؒ کی نسبت، نسبت ولائی ہے ۔ امام محمدؒ مشہور نحوی اور لغوی امام فراء کی خالہ کے بیٹے ہیں ۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضری

امام محمدؒ نے جب پہلی مرتبہ امام اعظمؒ کے درس حدیث میں حاضری دی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ آپ پہلے قرآن کریم حفظ کرلیں پھر میرے درس میں حاضر ہوں چنانچہ امام محمدؒ نے صرف سات دنوں میں قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا۔ (مناقب امام ابو حنیفہؒ للامام الکردری ص ۴۲۸) اور پھر چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چار سال تک ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی جب امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی لیکن ابھی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی اس لیے امام قاضی ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی، ان کے علاوہ امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ)، سفیان ثوریؒ (المتوفی ۱۶۱ھ)، زفر بن ہزیلؒ (المتوفی ۱۵۸ھ)، سفیان بن عیینہؒ (المتوفی ۱۹۸ھ)، مسعر بن کدامؒ (المتوفی ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ) وغیرہ حضرات سے بھی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، واسط، خراسان، شام، یمامہ وغیرہ میں تقریباً تیس بڑے بڑے چوٹی کے محدثین کرام سے استفادہ کیا جس کی

تفصیلی لسٹ محدث حنفی علامہ زاہد الکوثریؒ نے نقل کی ہے ۔ امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے مدینہ منورہ میں تین سال تک تعلیم حاصل کی اور موطاکو ترتیب دیا۔

تحصیل علم کے لیے خرچ

خطیب بغدادیؒ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں "امام محمدؒ کا اپنا بیان ہے کہ انہیں اپنے آبائی ترکہ میں سے تیس ہزار درہم ملے تھے جن میں سے میں نے نصف یعنی پندرہ ہزار نحو و شعر کی تحصیل اور نصف فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کیے تھے ۔ (تاریخ بغداد ص ۱۷۳ ج ۲) موجودہ دور میں تیس ہزار درہم کی مالیت تقریباً" ساڑھے چھ لاکھ روپے بنتی ہے ۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے تفسیر و حدیث' فقہ و لغت وغیرہ علوم سے مالا مال کیا تھا۔

تدریس کا آغاز اور مشہور تلامذہ

بیس سال کی عمر میں آپ نے درس کا آغاز فرما دیا تھا آپ کی شہرت' علمی دنیا کے کونے کونے تک پہنچ چکی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محدثین نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' امام ابو حفص الکبیر (المتوفی ۲۱۸ھ) جو کہ امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) کے استاد ہیں ان سے ہی امام بخاریؒ نے مسلک احناف کے مسائل سیکھے' اسد بن الفرات القیروانی جو کہ فاتح صقلیہ اور امام مالکؒ اور شیخ سحنونؒ کے مذاہب کے مدون اور افریقہ کے اندر مذہب احنافؒ اور مذہب مالکؒ اور اسلام کو پھیلانے والے ہیں اور امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) جو کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں جن کا مذہب آج دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ابو

سلیمان الحازمیؒ جن کی وساطت سے صحاح ستہ مشرق و مغرب میں پھیلی اور ایک لسٹ تقریباً" چالیس اجل علماء و محدثین کے اسماء کی علامہ زاہد الکوثریؒ نے نقل کی ہے جنہوں نے امام محمدؒ سے تعلیم حاصل کی ۔ امام شافعیؒ اور اسد بن فراتؒ امام محمدؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں امام محمدؒ ان کے ساتھ نہایت شفقت اور احسان کے ساتھ پیش آتے تھے اور تعلیم کے لیے وقت بھی ان پر زیادہ صرف کرتے تھے رات کو دیر تک ان کو پڑھاتے رہتے تھے ۔ امام شافعیؒ کا اپنا بیان ہے کہ علم کے اندر مجھ پر امام محمدؒ جتنا کسی کا احسان نہیں ہے ۔ امام شافعیؒ نے جتنی تعریف امام محمدؒ کی، کی ہے اتنی شاید ہی کسی اور امام کی، کی ہو ۔ "امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بختی اونٹ کے بوجھ اٹھانے کے برابر کتابیں پڑھی ہیں"۔ (مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری ص ۴۲۹) فرماتے ہیں کہ بختی اونٹ اس لیے کہتا ہوں کہ یہ دوسرے اونٹوں کی بنسبت زیادہ وزن اٹھاتا ہے۔

عبادت کے لیے شب بیداری

امام محمدؒ انتہائی عبادت گزار بھی تھے ۔ محمد بن سلمہ (المتوفی ۲۷۸ھ) کا بیان ہے کہ امام محمدؒ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا' ایک حصہ میں درس ایک میں نماز اور ایک میں آرام فرماتے تھے گویا کہ اکثر رات بیدار ہی رہتے تھے ۔ کسی نے کہا کہ آپ سوتے کیوں نہیں تو فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں ہم پر اعتماد کر کے سوتی ہیں ۔ اگر ہم بھی سو جائیں تو دین کا نقصان ہوگا ۔ امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) اپنے استاذ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ امام محمدؒ رات میں ایک

تہائی قرآن کریم کی تلاوت بھی فرماتے تھے۔ "ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے پاس رات بسر کی اور صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور امام محمدؒ بستر پر لیٹ گئے امام شافعیؒ کو یہ بات ناگوار گزری جب فجر ہوئی تو امام محمدؒ اٹھ بیٹھے اور بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھ لی امام شافعیؒ نے اس کا سبب دریافت کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا تم نے اپنے نفس کے لیے عمل کر کے صبح کردی اور میں نے حضور ﷺ کی امت کے لیے عمل کر کے ایک ہزار سے اوپر مسائل کتاب اللہ سے نکالے ہیں" (حدائق الحنفیہ)

علمی مصروفیات

آپ کے معمولات کے متعلق آپ کے نواسے کا بیان ہے کہ ہر وقت کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے فرمایا میں نے کبھی نانا کو گھر والوں سے باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے گھر والوں سے کہہ رکھا تھا کہ مجھ سے اگر کوئی کام ہو تو میرے وکیل سے کہہ دیں وہ تمہاری ضروریات پوری کرے گا اگر کوئی انتہائی ضروری بات ہوتی تو آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے کچھ فرما دیتے۔

حافظہ اور ذہانت

آپ بھاری بھرکم جسم کے مالک ہونے کے باجود انتہائی ذہین اور حافظہ کے مالک تھے جب بچپن میں حضرت داؤد طائیؒ (المتوفی ١٦٠ یا ١٦٥ھ) نے آپ کو دیکھا تھا اسی وقت فرما دیا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر بلا کا ذہین ہوگا نیز امام ابو یوسفؒ نے جب اوائل شباب میں انہیں دیکھا تو فرمایا کہ بڑی عمدہ تلوار ہے لیکن اس میں تھوڑا سا زنگ ہے جب آپ نے علم حاصل کرلیا تو امام ابویوسفؒ انہیں اعلم الناس کہتے تھے اور ان

کے ساتھ خصوصی برتاؤ رکھتے تھے۔

استاذ کی خصوصی توجہ

امام طحاویؒ اپنے استاذ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ صبح سویرے امام ابویوسفؒ کی مجلس علم میں چلے جاتے تھے جبکہ امام محمدؒ بہت دیر سے آتے تھے لیکن امام ابویوسفؒ ان کی رعایت کرتے ہوئے اپنے سابقہ بیان کردہ سبق کو دوبارہ دہراتے تھے تاکہ یہ بھی سن لیں اس طرح ایک روز امام محمدؒ دیر سے تشریف لائے اور قاضی ابویوسفؒ نے ان سے ایک سوال پوچھا جس کا جواب انہوں نے اس کے الٹ دیا جس کو امام ابویوسفؒ اسی روز ان کے آنے سے پہلے بیان کر چکے تھے۔ امام ابو یوسفؒ کو ان کے الٹ جواب پر بڑا تعجب ہوا لیکن انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے لکھوائے ہوئے کاغذات کا مسودہ نکال کر ان کو دکھایا جس میں امام محمدؒ ہی کی تائید ہوتی تھی۔ امام ابویوسفؒ نے بھری مجلس میں امام محمدؒ والے مسئلہ ہی کو ترجیح دی اور فرمایا کہ حافظہ ہو تو ایسا ہو (بلوغ الامانی ص ۳۵ بحوالہ مقدمہ انوار الباری)

امام مالکؒ اور امام محمدؒ

خطیبؒ نے مجاشعؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور امام مالکؒ لوگوں کو مسائل بتارہے تھے اتنے میں امام محمدؒ آگئے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب امام محمدؒ نے امام مالکؒ کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی۔ تو امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے مسئلہ پوچھا کہ آپ کی رائے اس جنبی کے بارہ میں کیا ہے جس نے نماز ادا کرنی ہے اور اسے پانی نہیں مل رہا' سوائے مسجد کے اندر سے تو امام

مالکؒ نے فرمایا کہ وہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا اور بار بار اسی پر اصرار کیا تو انہوں نے یہ ہی جواب دیا پھر امام مالکؒ نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ تمہاری رائے اس مسئلہ کے بارہ میں کیا ہو سکتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جنبی آدمی تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو کر پانی باہر لا کر غسل کر لے ۔ اس جواب پر امام مالکؒ نے پوچھا تم کہاں کے ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی کا ہوں یعنی زمین کی طرف اشارہ کر دیا امام مالکؒ کے شاگردوں نے بتایا کہ یہ محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفہؒ ہے تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ کیسے بول گیا کہ میں اسی شہر کا ہوں تو لوگوں نے بتایا کہ اسی کا ہوں سے مراد ان کی یہ تھی کہ میں اسی زمین کا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ جواب تو پہلے جواب سے بھی بڑھا ہوا ہے ۔

امام محمدؒ کی امام مالکؒ کے بارے میں رائے

امام محمدؒ نے امام مالکؒ کے بارے میں یہ تاثر ذکر کیا ہے کہ ان کو فتویٰ نہیں دینا چاہیے تھا کیونکہ وہ صرف موجودہ مسائل پر بحث کو درست سمجھتے تھے اور امکانی صورتوں سے پرہیز کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جو موطا لیثی کی روایت سے ہے اس میں امام مالکؒ کی آراء مسائل میں تین ہزار سے زیادہ نہیں ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ (ابویوسفؒ اور محمدؒ) ہر امکانی صورت پر بحث کرتے تھے اور ان کی ایک علمی، تحقیقی مجلس قائم تھی جس میں بڑے بڑے فقہاء، محدثین اور اصحاب بصیرت شامل تھے جس میں ایسے مسائل صرف تین مہینوں میں حل ہو جاتے تھے نیز امام مالکؒ کے جواب سے سائل کو کامل تشفی بھی نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ امکانی صورتوں پر بحث کرتے ہی نہیں تھے ۔

عہدہ قضاء کی پیشکش

امام محمدؒ کو خلیفہ ہارون الرشید نے منصب قضاء بھی سپرد کیا تھا لیکن امام محمدؒ اپنی حق گوئی اور بیباکی کی بناء پر متعدد دفعہ اس عہدہ سے معزول کیے گئے لیکن ان کی جلالت شان کی وجہ سے پھر ان کو اس عہدہ پر رکھنے کے لیے مجبور کیا جاتا امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کی طرح عہدہ قضاء کے قبول کرنے سے نہایت دور رہتے تھے انہیں امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کے مشورہ سے عہدہ قضاء سپرد کیا گیا تھا آپ رقہ کے قاضی رہے ہیں ایک مرتبہ امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کو عہدہ قضاء کے متعلق عار دلائی تھی جس پر انہوں نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس عہدہ پر مسلط کرے ان کی دعا کی وجہ سے ہی یہ اس عہدہ کے لیے مجبور کیے گئے حالانکہ یہ اس کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار نہ تھے۔

حافظ الحدیث

امام محمدؒ حافظ الحدیث بھی تھے حافظ الحدیث اسے کہتے ہیں جسے ایک لاکھ حدیث سند اور متن کے ساتھ یاد ہو' یاد رہے کہ اس امت محمدیہ ﷺ میں آخری اصطلاحی حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) ہیں۔ ان کے بعد آج تک کوئی حافظ الحدیث نہیں گزرا اگرچہ علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) کو بخاری شریف مکمل حفظ تھی' حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کو تیس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں' حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ (المتوفی ۱۴۱۵ھ) کو ہزاروں احادیث یاد تھیں لیکن اس کے باوجود یہ حضرات اصطلاحی حافظ الحدیث نہیں تھے۔ امام محمدؒ کو اگرچہ علامہ ذہبیؒ

(المتوفی ۷۴۸ھ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حفاظ حدیث میں شامل نہیں کیا بلکہ نظر انداز کردیا ہے لیکن اس سے ان کا حافظ الحدیث نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ان سے کئی سو سال قبل علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب التمہید میں انہیں حافظ الحدیث شمار کیا ہے اسی طرح مزاجی تشدد کی بناء پر امام بخاریؒ نے امام محمدؒ کو جہمی شمار کیا ہے اور ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) جیسے عالم نے امام شافعیؒ کو امام محمدؒ کے شاگردوں میں شمار کرنے سے انکار کیا ہے حالانکہ امام شافعیؒ کا اپنا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے امام محمدؒ سے استفادہ کیا ہے اور امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کے واسطے سے امام ابو یوسفؒ کی روایات اپنی کتاب الام میں نقل کی ہیں جس سے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ دس سال تک امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے استفادہ کیا ہے۔

امام محمدؒ اور علم قیافہ

امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کو علم قیافہ میں بھی بہت مہارت تھی ایک روز طواف کے دوران دونوں کا ایک شخص کے بارہ میں اختلاف ہوگیا کہ یہ سنار ہے یا لوہار۔ امام شافعیؒ نے فرمایا یہ شخص لوہار ہے جبکہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ شخص سنار ہے۔ طواف کے بعد جب اس شخص کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا میں پہلے لوہار تھا اور اب سنار کا کام کرتا ہوں۔

امام محمدؒ کا حسن و جمال اور امام شافعیؒ کی والدہ سے نکاح ثانی

امام محمدؒ ظاہری و باطنی علوم سے مالامال ہونے کے ساتھ ساتھ

نہایت صاحب جمال اور حسین بھی تھے امام ابو حنیفہؒ نے آپ کے چہرے کی شگفتگی دیکھ کر فرمایا کہ محمدؒ تم دوران درس مسجد کی ایک جانب کسی ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھا کرو تاکہ تمہارے ساتھیوں اور ہم عصروں میں ذہنی اضطراب پیدا نہ ہو اور امام ابو حنیفہؒ نے امام محمدؒ کے والد حسنؒ سے فرمایا کہ اپنے اس بیٹے کے سر پر استرا پھروادیں تاکہ خوبصورتی میں کمی واقع ہوجائے لیکن حلق کرانے سے امام محمدؒ کے حسن وجمال میں اور نکھار پیدا ہوگیا۔ امام شافعیؒ کے والد کی وفات کے بعد امام محمدؒ سے ان کی والدہ کا نکاح ثانی ہوا تھا اس لحاظ سے امام شافعیؒ امام محمدؒ کے فرزند بھی ہیں امام محمدؒ کی وفات کے بعد ان کی تمام کتابیں امام شافعیؒ کے پاس ہی آئی تھیں جن سے انہوں نے خوب استفادہ فرمایا۔

ائمہ کے تعریفی اقوال اور امام محمدؒ پر جرح کا جواب

۱۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما رایت افصح من محمد بن الحسن میں نے محمد بن الحسنؒ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں ما رایت اعقل من محمد بن الحسن کہ میں نے محمد بن الحسنؒ سے زیادہ کوئی دانا یا عقل مند نہیں دیکھا۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اذا کان فی المسئلة قول ثلاثة لم یسمع مخالفتهم فقیل له من هم قال ابوحنیفةؒ و ابویوسفؒ و محمد بن الحسنؒ فابوحنیفةؒ ابصرهم بالقیاس و ابویوسفؒ ابصر الناس بالاثار و محمدؒ ابصر الناس بالعربیة ۔ جس مسئلہ میں تین ائمہ متفق ہو جائیں تو اس مسئلہ میں دوسرے مخالف علماء کی بات رد کردی جائے ۔ آپ سے یہ پوچھا گیا کہ وہ

تین ائمہ کون ہیں تو فرمایا کہ ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ اور محمدؒ کیونکہ ابوحنیفہؒ فقاہت میں، ابویوسفؒ آثار میں اور امام محمدؒ لغت عربی میں تمام لوگوں پر فائق ہیں۔

۳۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے مسائل فقہیہ کہاں سے سیکھے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا امام محمدؒ کی کتابوں سے۔

۴۔ یحییٰ بن صالحؒ نے فرمایا کہ امام محمدؒ امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

۵۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کان من بحور العلم والفقه قویا فی مالک علم و فقاہت کے اعتبار سے امام محمدؒ بحر بیکراں تھے۔ امام مالکؒ کی حدیث میں قوی راوی تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام نسائیؒ کا امام محمدؒ کو حافظہ میں نرم کہنا درست نہیں۔

۶۔ قال عبد اللّٰه بن علی المدینی عن ابیه فی حق محمد بن الحسن صدوق عبد اللہ بن علی بن مدینیؒ اپنے باپ (علی بن مدینیؒ) سے امام محمدؒ کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ وہ حدیث میں سچے تھے، اس سے امام ابوداؤدؒ کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جو انہوں نے امام محمدؒ کے بارے میں کہا ہے کہ ان سے حدیث نہیں لکھنی چاہیے۔

فقہاء کے طبقات اور امام محمدؒ کا مرتبہ

جمہور فقہاء کے سات طبقات ہیں۔

۱۔ مجتہدین فی الشرع۔ جیسا کہ ائمہ اربعہؒ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ)

۲۔ مجتہدین فی المذہب۔ جیسا کہ صاحبینؒ (امام قاضی ابویوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ) امام محمدؒ کا شمار اسی طبقہ میں ہوتا ہے۔

۳۔ مجتہدین فی المسائل۔ جیساکہ امام ابو جعفر محمد بن احمد بن سلمہ بن سلامہ الازدی الطحاوی"۔

۴۔ اصحاب التخریج۔ جیساکہ ابوبکر احمد رازی الجصاص" (المتوفی ۳۷۰ھ)

۵۔ اصحاب الترجیح۔ جیساکہ امام ہدایہ" (برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی" (المتوفی ۵۹۳ھ)

۶۔ اصحاب المقلدین القادرین علی التمییز۔ جیساکہ صاحب کنز" (عبد اللہ بن احمد بن محمود ابوالبرکات حافظ الدین النسفی") (المتوفی ۷۱۰ھ)

۷۔ المقلدین غیرالمطلعین۔ جیساکہ امام داؤد بن علی ظاہری۔

وفات

امام محمد" کی وفات دوران سفرہارون الرشید کے ساتھ رے کے سفر میں ۱۸۹ھ میں رنبویہ کے مقام میں ہوئی اتفاقاً" اس سفر میں ان کے ساتھ مشہور نحوی امام ابو الحسن علی المعروف کسائی" بھی تھا اس کی وفات بھی اسی روز ہوئی۔ ہارون الرشید افسوس کے ساتھ کہتا تھا کہ ہم نے رے کی زمین میں ایک ہی دن فقہ اور نحو کے دو امام اپنے ہاتوں سے دفن کر دیئے ہیں۔

امام محمد" کی تصانیف کا تعارف

امام محمد" نے تقریباً" ایک ہزار سے زائد علمی و تحقیقی کتب لکھی ہیں دس اشخاص ہر وقت کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مامور تھے۔ آپ نے دس لاکھ ستر ہزار ایک سو مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ فقہ حنفی کا اکثر دارومدار امام محمد" کی کتب ظاہرالروایہ پر ہی ہے۔ امام محمد" سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اتنی کتابیں لکھی ہیں لیکن تصوف پر کوئی کتاب

نہیں لکھی ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے حلال و حرام کے متعلق جو اتنی کتابیں لکھی ہیں کیا یہ تصوف سے کم ہیں ؟ ''امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہود و نصاریٰ امام محمدؒ کی تصانیف دیکھ لیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔ نیز فرمایا خدا کی قسم میں امام محمدؒ کی ہی کتابوں سے فقیہہ ہوا ہوں''

کتب ظاہر الروایہ اور ان کے متعلق قاعدہ

امام محمدؒ کی کتب

(۱) مبسوط یعنی اصل

(۲) جامع صغیر

(۳) جامع کبیر

(۴) سیر صغیر

(۵) سیر کبیر

(۶) زیادات

یہ کتب ظاہر الروایہ کہلاتی ہیں ان کتب میں جو مسائل درج ہیں ان کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ تمام مفتیٰ بہ اور معمول بہا ہیں اگرچہ دیگر فقہاء نے ان مسائل سے اتفاق کیا ہو یا نہ۔ اور جو مسائل کتب ظاہر الروایہ میں موجود نہیں، ان کے متعلق صاحب ردالمحتار شرح درمختار المعروف فتاویٰ شامی، فقیہہ ابن عابدینؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے رسائل ابن عابدین میں یہ تحقیق اور اصول بیان کیا ہے کہ جو مسائل کتب ظاہر الروایہ میں موجود نہ ہوں لیکن امام محمدؒ کی دیگر کتب میں موجود ہوں اور ساتھ ساتھ دیگر فقہاء نے بھی ان مسائل کی تصحیح کی ہو

تو وہ بھی ظاہرالروایہ کی طرح ہی سمجھے جائیں گے اور معمول بہا ہوں گے اگرچہ کتب ظاہرالروایہ میں موجود نہ ہوں چنانچہ تشہد میں رفع سبابہ کا مسئلہ اسی کے ساتھ متعلق ہے یعنی یہ مسئلہ کتب ظاہرالروایہ میں موجود نہیں لیکن امام محمدؒ کی دیگر کتب میں موجود ہے اور دیگر فقہاء نے اس کی تصحیح بھی کی ہے لہٰذا یہ معمول بہا ہے اور ظاہرالروایہ کی طرح ہی سمجھا جاتا ہے۔

(۱) مبسوط یعنی اصل۔ یہ امام محمدؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے یہ دراصل امام ابویوسفؒ کے بیان کردہ مسائل کی وضاحت ہے۔ "یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں تقریباً گیارہ ہزار مسائل فقہیہ درج ہیں۔ یہ کتاب امام شافعیؒ کو زبانی یاد تھی اور اسی کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ نے کتاب الام تصنیف فرمائی تھی" (بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ ص ٦١)

(۲) جامع صغیر۔ اس میں امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو جمع کیا ہے۔

(۳) جامع کبیر۔ یہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور ادق ترین ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ساتھ امام ابویوسفؒ اور امام زفر بن ہذیلؒ کے اقوال کو بھی جمع کیا گیا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک نصرانی عالم جو کہ محققین سے مناظرے کرتا تھا اور اسلام کو سمجھتا بھی تھا لیکن اس کو قبول نہیں کرتا تھا اس کی تسلی کسی عالم سے نہیں ہوتی تھی جب امام محمدؒ کی یہ کتاب اس نے پڑھی تو تائب ہوگیا اور ایمان قبول کرلیا۔ جامع کبیر کی افادیت کے پیش نظر اس کی تقریباً پچاس شروحات تالیف کی گئی ہیں۔

(۴) سیر صغیر۔ یہ سیر پر ہے اس کتاب کی امام اوزاعیؒ (المتوفی ۱۵۷ھ) نے بڑی تعریف فرمائی لیکن طنز کے طور پر یہ بھی کہا کہ اہل عراق کو سیر سے کیا نسبت ہے جس کی وجہ سے امام محمدؒ نے۔

(۵) سیر کبیر۔ ساٹھ ضخیم اجزاء میں تحریر فرمائی اور جب اسے مکمل کر کے خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں پیش کرنے کے لیے خچر پر لادا اور خلیفہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے از راہ قدردانی اپنے شہزادوں مامون اور امین کو ان کے استقبال کے لیے بھیجا اور کہا کہ ان سے ان کی سند کی اجازت بھی لیں امام اوزاعیؒ نے اس کتاب کی بھی بڑی تعریف فرمائی ہے۔جب کہ امام سرخسیؒ نے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔

(۶) زیادات۔ جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروعی مسائل رہ گئے تھے اور بعد میں امام محمدؒ کو یاد آتے رہے وہ اس میں جمع کیے گئے ہیں اسی لیے اسے زیادات کہتے ہیں۔

(۷) کتاب الحجج۔ مدینہ میں امام مالکؒ کے پاس تین سال تک امام محمدؒ نے تعلیم حاصل کی وہاں مالکی مسلک والوں کا طریقہ رائج تھا تو امام محمدؒ نے وہاں سے واپس آکر یہ کتاب لکھی اور اس میں امام مالکؒ کا مذہب نقل کر کے اس کے بعد قال محمد کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک نقل کرتے ہیں اور مالکیہ کے دلائل نقل کرنے کے بعد ان کے دلائل کو اپنے دلائل سے توڑتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ بعض مقامات میں مالکیہ صریح حدیث کی مخالفت بھی کر جاتے ہیں۔

(۸) رقیات۔ رقہ میں دوران قضاء امام محمدؒ نے جن مسائل وغیرہ کو جمع کیا وہ رقیات کے نام سے مشہور ہیں۔

(۹) جرجانیات۔ (۱۰) ہارونیات۔ (۱۱) کیسانیات۔ (۱۲) کتاب الحیل۔

(۱۳) کتاب النوادر - (۱۴) نوازل - وغیرہ

(۱۵) کتاب الآثار

آثار، اثر کی جمع ہے جس کا لغوی معنٰی نشان، حدیث، سنت اور مدت ہے (مصباح اللغات ص ۷ و المنجد عربی اردو ص ۴۸)

محدثین کی اصلاح میں موقوف اور مقطوع کو اثر اور مسند بھی کہتے ہیں - مسند اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو محدث شیخ سے روایت کرے، جس سے اس کا سماع ظاہر ہو اسی طرح اس کا شیخ اپنے شیخ سے متصلاً الی الصحابی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم - کتاب الآثار در اصل امام اعظم ابو حنیفہؒ ہی کی کتاب ہے جسے مجازاً ان کے شاگردوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، کتاب الآثار کے بھی متعدد نسخے ہیں - جو کہ امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ، زفر بن ہذیلؒ اور حسن بن زیاد لؤلؤیؒ وغیرہ کے نام سے منسوب ہیں -

امام اعظمؒ کا نقل حدیث میں مقام

امام ابو حنیفہؒ نقل حدیث میں نہایت محتاط تھے اس لیے آپ نے چالیس ہزار احادیث و آثار سے اس کتاب کو مرتب فرمایا - اس کتاب میں سات سو اٹھارہ (۷۱۸) آثار اور ایک سو چھ (۱۰۶) احادیث ہیں -

اس دور میں اگرچہ کتب احادیث کی اس طرح سے فقہی ترتیب و تبویب نہ ہوتی تھی لیکن امام صاحبؒ نے اس کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر آنے والی نسلوں کے لیے تالیف اور جمع حدیث کا ایک نیا باب کھول دیا ہے - چنانچہ بعد والے ائمہ حدیث اسی طرز پر اپنی کتابوں کو مبوب کرتے رہے ہیں - امام جلال الدین سیوطیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو

اس تدوین و تبویب اور ترتیب میں منفرد اور سابق قرار دیا ہے۔ کتاب الآثار کو امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں جس میں مرفوع، موقوف اور مرسل ہر طرح کی احادیث جمع ہیں، اس کتاب میں حضرت ابرہیم نخعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ تقریباً بیس اور مشائخ واساتذہ سے بھی روایات کو لیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں مرفوع احادیث بہت کم ہیں۔ زیادہ تر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے اقوال درج ہیں۔ اسی وجہ سے یہ آثار کے نام سے مشہور ہے

(۱۶) موطا امام محمدؒ

موطا امام محمدؒ یہ حدیث شریف کی کتاب ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب سے ہے موطا توطیہ کا مفعول ہے جس کے معنی صاحب قاموس نے روندا ہوا، آسان کیا ہوا، سہل کیا ہوا، نرم کیا ہوا کیے ہیں۔ یہ یا تو وطی سے یا مواطاۃ سے ماخوذ ہے۔ وطی کا معنی روندنا اور مواطاۃ کا معنی موافقت کرنا ہے۔ محدث ابو حاتمؒ سے پوچھا گیا کہ امام مالکؒ نے اس کا نام موطا کیوں رکھا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام مالکؒ نے اسے لوگوں کے لیے آسان کردیا ہے اس لیے اس کا نام موطا رکھا گیا ہے۔ امام مالکؒ کا اپنا بیان ہے کہ جب میں نے اسے لکھا تو مدینہ کے ستر فقہاء کے سامنے پیش کیا جنہوں نے دقیق علمی نظر سے اسے روندا اور اس کے ساتھ موافقت کی امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) مسوی شرح موطا میں لکھتے ہیں کہ یہ ہی معنی زیادہ قرین قیاس ہے جو امام مالکؒ نے خود بیان فرمایا ہے۔

کتب حدیث کے درجات اور موطا کا درجہ

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے فرزند شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے کتب حدیث کے پانچ طبقات متعین کیے ہیں ۔ مصفی اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ موطا درجہ اول کی کتاب ہے اور موطا اصح بھی ہے ۔ جمہور محدثین کی اصطلاح میں موطا امام محمدؒ کو سنن کا درجہ حاصل ہونا چاہیے لیکن چونکہ اس میں مسند اور غیر مسند ہر قسم کی روایات آگئی ہیں اس لیے ابن الصلاحؒ (المتوفی ۶۴۳ھ) نے اسے جوامع میں شمار کیا ہے ۔

موطا کے دو مشہور نسخے

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے کئی ہزار شاگردوں نے موطا کا سماع کیا اور ایک ہزار نے لکھا لیکن صرف سولہ نسخے زیادہ مشہور ہوئے اور باقی حوادثات زمانہ کی نظر ہوگئے ان سولہ نسخوں میں سے بھی دو نسخے متداول ہیں ۔

(۱) یحییٰ بن یحییٰ مصمودیؒ والا نسخہ جو کہ موطا امام مالکؒ کے نام سے مشہور ہے ۔

(۲) امام محمدؒ والا نسخہ جو کہ موطا امام محمدؒ کے نام سے مشہور ہے ۔ مشہور وکیل احناف علامہ زاہد الکوثریؒ مقالات کوثری کے اندر رقمطراز ہیں کہ اہل مشرق میں موطا امام محمدؒ زیادہ مشہور اور قابل عمل ہے ۔

مغرب میں موطا امام مالکؒ کی مقبولیت کی وجہ

جبکہ اہل مغرب میں موطا امام مالکؒ زیادہ قابل عمل ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ کے وصال کے بعد جب امام یحییٰؒ اندلس گئے

تو اندلس کے حاکم نے امام یحییٰؒ کو ان کی علمی شہرت کے باعث عہدہ قضاء کی پیش کش کی جو آپ نے مسترد کردی لیکن حاکم وقت نے یہ شرط عائد کردی کہ قاضی اس عالم اور فقیہہ کو بنایا جائے گا جو امام یحییٰؒ کے تلامذہ اور معتمدین میں سے ہوگا لہٰذا امام یحییٰؒ اپنے ان تلامذہ کو عہدہ قضاء پر فائز کراتے جو آپ سے موطا امام مالک سبقاً" سبقاً" پڑھ لیتے تھے چنانچہ اس وجہ سے اندلس، مغرب، مراکش اور عرب علماء میں اس نسخہ کو شہرت ملی جو بعد میں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وساطت سے برصغیر پاک و ہند میں متعارف ہوا۔

موطا امام محمدؒ کی خصوصیات

موطا امام محمدؒ کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں امام محمدؒ نے ۱۱۸۰ روایات درج کی ہیں جن میں سے ۱۰۰۵ امام مالکؒ سے مروی ہیں اور ۱۷۵ دوسرے شیوخ کی ہیں جن میں سے ۱۳ امام ابو حنیفہؒ اور ۴ امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہیں۔ اور روایات میں مرفوع، مرسل، موقوف ہر قسم کی روایات ہیں لیکن موضوع روایت کوئی نہیں ہے جبکہ موطا امام مالکؒ میں تقریباً" ۷۰ روایات ایسی ہیں جن پر امام مالکؒ کا اپنا عمل بھی نہیں ہے۔ موطا کو امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے براہ راست سارے کا سارا سماعت فرمایا ہے جبکہ یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے کیونکہ امام مالکؒ کا دستور یہ تھا کہ وہ شاگردوں سے سنتے تھے لیکن امام محمدؒ نے خود امام مالکؒ کی زبان سے سنا ہے۔ اسی لیے وہ روایت بیان کرتے وقت اخبرنا کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ امام یحییٰ بن یحییٰؒ امام مالکؒ کی خدمت میں اس سال حاضر ہوئے جو آپ کا سن وصال ہے اور

انہوں نے موطا کو امام مالکؒ سے کامل سماع نہیں کیا جیسا کہ اعتکاف کے بعض ابواب وغیرہ اسی لیے وہ عن مالک کا کلمہ استعمال کرتے ہیں۔ امام محمدؒ نے صرف امام مالکؒ کی روایات کو جمع نہیں کیا بلکہ دیگر شیوخ کی روایات کو بھی جمع کیا ہے جس کی وجہ سے اس کتاب کا نام موطا امام محمدؒ ہے۔ موطا امام محمد میں معمول بہا اور غیر معمول بہا روایات کی وضاحت بھی موجود ہے اور امام بوحنیفہؒ کا مسلک اور امام محمدؒ کا مسلک بھی واضح کیا گیا ہے یعنی طرفین کا مسلک واضح کیا گیا ہے۔ امام محمدؒ امام ابو حنیفہؒ کے اسم گرامی کے بعد والعامۃ من فقہائنا کا جملہ تحریر فرماتے ہیں جس سے عراق اور کوفہ کے فقہاء مراد ہوتے ہیں۔ ہر باب کے اندر کوئی نہ کوئی روایت یا اثر ضرور موجود ہے۔ جب کہ موطا امام مالک میں ترجمۃ الباب کے ذیل میں نہ ہی کوئی حدیث مرفوع مروی ہے اور نہ ہی کوئی اثر موقوف نیز موطا امام محمد میں احادیث کے تکرار سے بھی اعراض کیا گیا ہے۔ ہر باب کی حدیث کا ذکر کرنے کے بعد امام محمدؒ نے بتایا ہے کہ کن احادیث کو فقہائے عراق نے اخذ کیا اور کن احادیث کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترک کیا وغیرہ۔

موطا کے سولہ مشہور نسخے

موطا کے سولہ مشہور نسخے حسب ذیل ہیں جن کو شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں ذکر کیا ہے۔

(۱) موطا ابن ابی ذئب (امام ابوالحارث محمد عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن حارث مدنیؒ) المتوفی ۱۵۹ھ۔

(۲) موطا امام محمد ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن الفرقد الشیبانی

الواسطی الحنفی) المتوفی ۱۸۹ھ۔
(۳) موطا ابن جنادہ (ابو عبد اللہ عبد الرحمٰن بن قاسم بن خالد بن جنادہ المصری) المتوفی ۱۹۱ھ۔
(۴) موطا الفہری (ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم فہری) المتوفی ۱۹۷ھ۔
(۵) موطا القزار (ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی القزار) المتوفی ۱۹۸ھ۔
(۶) موطا قعنبی (ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسلمہ حارثی المدنی المکی) المتوفی ۲۲۱ھ۔
(۷) موطا ابو عثمان (سعید بن کثیر بن عفیر بن مسلم المصری الانصاری) المتوفی ۲۲۶ھ۔
(۸) موطا ابن بکیر (ابو زکریا یحییٰ بن عبد اللہ بکیر المصری) المتوفی ۲۳۱ھ۔
(۹) موطا مصمودی (ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر مصمودی الاندلسی) المتوفی ۲۳۴ھ یا ۲۰۴ھ۔
(۱۰) موطا مصعب (ابو عبد اللہ مصعب بن عبد اللہ بن مصعب زہری) المتوفی ۲۳۶ھ۔
(۱۱) موطا سوید (ابو محمد سوید بن سعید الحدثانی) المتوفی ۲۴۰ھ۔
(۱۲) موطا عوفی (ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث) المتوفی ۲۴۲ھ۔
(۱۳) موطا سہمی (ابو حذافہ احمد بن اسماعیل السہمی البغدادی) المتوفی ۲۵۹ھ۔
(۱۴) موطا سلیمان برد۔

(۱۵) موطا محمد بن مبارک صوریؒ۔

(۱۶) موطا تینسی (ابو عبد اللہ بن یوسف کلاعی الدمشقی تینسیؒ)

اصطلاحات موطا امام محمدؒ

امام محمدؒ نے اس کتاب میں پانچ قسم کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔

(۱) ھذا حسن (۲) ھذا جمیل (۳) ھذا مستحسن۔

امام محمدؒ اپنی کتاب میں جہاں یہ تین اصطلاحات استعمال فرماتے ہیں اس سے ان کی مراد وجوب کی نفی ہوتی ہے جیساکہ امام صاحب کا قول ہے ھذا حسن ولیس بواجب یہ موطا میں بعض مقامات میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) لا باس بہ اس جملہ سے امام محمدؒ مسئلۃ الباب کے جواز کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جبکہ متاخرین فقہاء کے نزدیک اس جملہ کا استعمال کراہت تنزیہی کے لیے ہے۔

(۵) ینبغی کذا امام محمدؒ اس جملہ کو موطا میں وجوب اور سنت موکدہ کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ متاخرین علماء یہ جملہ سنت غیر موکدہ اور مستحب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

موطا امام محمدؒ کا حاشیہ

موطا امام محمدؒ پر مولانا عبد الحئی فرنگی محلیؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کا حاشیہ جو کہ موطا امام محمدؒ کے ساتھ ہی منسلک ہے نہایت اعلیٰ ہے اس حاشیہ کے علاوہ تا حال احقر کی نظر میں موطا امام محمدؒ کی کوئی تعلیق، حاشیہ یا شرح نہیں گزری۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیس تراویح

مرتّب

مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی مدظلّہ

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، پاکستان

بیس تراویح

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد۔

فضیلت تراویح

نماز تراویح صرف رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں نماز عشاء کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس نماز کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جمہور محدثین کرام، علماء اور فقہاء کی اصطلاح میں تراویح کو قیام رمضان اور تہجد کو قیام اللیل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے رمضان میں قیام کیا، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے ثواب طلب کرتے ہوئے، تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔" (الحدیث "مسلم ص ۲۵۹ ج ۱)

(۲) حضرت ابو سلمہؓ اپنے والد عبد الرحمٰنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے مہینے کا ذکر کیا اور فرمایا "یہ مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے اس میں قیام کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے پس جس نے اس کے روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں،

نیکی اور ثواب طلب کرتے ہوئے' وہ اپنے گناہوں سے اسی طرح نکل جائے گا جس طرح اس دن جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"
(مسند احمد ج ا' ص ۱۹۱۔ ابن ماجہ ص ۹۴۔ نسائی ص ۳۰۸ ج ا)

تراویح سنت مؤکدہ ہے

تراویح کے سنت ہونے میں سوائے رافضیوں کے کسی اور نے انکار نہیں کیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ وسننت لکم قیامہ (الحدیث' نسائی ص ۳۰۸ ج ا) "اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرا دیا ہے۔" امام حاکمؒ نے مستدرک ص ۴۴۰ ج ا میں ایک حدیث بیان کرنے کے بعد لکھا ہے : "اور اس میں واضح دلیل ہے کہ صلوۃ تراویح مسلمانوں کی مساجد میں ادا کرنا سنت مسنونہ (مؤکدہ) ہے اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو برانگیختہ کیا (مساجد میں) اس سنت کو قائم کرنے پر یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اس کو قائم کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تراویح

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ "ہم نے روزے رکھے حضورؐ کے ساتھ (رمضان میں) حضورؐ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی یعنی رمضان میں سارا مہینہ۔ یہاں تک کہ جب مہینہ میں سات دن باقی رہ گئے تو حضورؐ نے رات کو ایک تہائی رات تک نماز پڑھائی پھر اس کے بعد ایک رات نہ پڑھائی۔ پھر ایک رات کی

نصف رات تک نماز پڑھائی۔ ہم نے حضورؐ کے سامنے عرض کیا کہ حضورؐ اگر آپ باقی اس رات بھی ہم کو پڑھاتے تو اچھا ہوتا تو حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ (عشاء اور پھر صبح کی نماز) پڑھتا ہے یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے تو گویا اس نے رات بھر نماز پڑھی۔ پھر جب تین دن مہینے میں باقی رہ گئے تو حضورؐ نے تیسری مرتبہ ہم کو نماز پڑھائی اور اپنے گھر والوں اور بیویوں کو بھی اس میں شرکت کے لیے بلایا۔ آپ نے اتنی دیر تک نماز پڑھائی کہ ہم کو فلاح کے فوت ہونے کا خطرہ ہو گیا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے ابو ذرؓ سے پوچھا فلاح سے کیا مراد ہے؟ تو ابو ذرؓ نے فرمایا کہ فلاح سے مراد سحری ہے۔"

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا قیام رمضان کے بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اکتالیس رکعات بمع وتر کے پڑھنی چاہئیں اور یہ قول اہل مدینہ کا ہے اور ان کا عمل اسی پر ہے اور اکثر اہل علم جیسا کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ سے مروی ہے کہ بیس رکعات پڑھنی چاہئیں اور یہی قول سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور شافعیؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے شہر مکہ میں اسی طرح پایا ہے لوگوں کو، وہ بیس رکعات پڑھتے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اس بارہ میں کئی رنگ ہیں یعنی مختلف اقوال ہیں، قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ امام اسحٰقؒ کہتے ہیں ہم تو اکتالیس رکعات کو اختیار

کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ابن مبارکؒ ' امام احمدؒ اور اسحٰقؒ رمضان میں امام کے ساتھ جماعت میں تراویح پڑھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قاری ہے تو وہ اکیلا پڑھے ' یہ زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی ص ۱۳۹ ج ۱)

جمہور امت کا عمل ' بیس رکعات تراویح

امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت سے لے کر ۲۰۰ھ تک جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور امت کا بیس رکعات تراویح کے پڑھنے پر عمل اور اتفاق رہا ہے۔ کیونکہ حضورؐ سے تو جماعت کے ساتھ تراویح صرف تین ہی دن ۲۳' ۲۵' ۲۷ کو ثابت ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا ترمذی کی حدیث میں بیان ہوا جس سے تراویح کی رکعات کے تعین میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تو آیئے پھر حضورؐ کے اپنے بیان کردہ ضابطہ "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین (الحدیث' ابو داؤد ص ۲۷۹ ج ۲ و ترمذی ص ۳۸۳) "تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنت کو پکڑنا لازم ہے" کی رو سے دیکھیں کہ ہمارے لیے قابل عمل کون سا راستہ ہے۔ تو ملاحظہ فرمائیں خلفاء راشدینؓ صحابہؓ تابعینؒ اور جمہور امت کا عمل :

(۱) عن عبد الرحمٰن ابن عبد القاریؒ فرماتے ہیں کہ میں

رمضان کی ایک رات حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں متفرق ہیں۔ کوئی اکیلا نماز پڑھتا ہے اور کوئی ایسا تھا کہ ایک گروہ اس کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے ان کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر اکٹھا کر دیا۔ (بخاری ج ا، ص ۲۶۹ و مسلم ج ا، ص ۲۵۹)

بعض کم فہم حضرات حضرت عمرؓ کے اس عمل کو "بدعت عمری" کا نام دے کر گویا حضورؐ کی حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" کا انکار کرتے ہیں اور جمہور امت کے اس تعامل کے بر خلاف اپنی رائے پر نازاں ہیں۔

(۲) وروی البیهقی باسناد صحیح عن سائب بن یزیدؓ امام بیہقیؒ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت سائب بن یزیدؓ سے انہوں نے کہا کہ لوگ حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (بیہقی ص ۴۹۶ ج ۲)

(۳) حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۴) عن شتیر بن شکلؒ حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے، وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات

وتر۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قوی روایت ہے۔ (سنن الکبریٰ ج ۲، ص ۴۹۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۵) حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھایا کرے اور حضرت علیؓ خود ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ ص ۴۹۶ ج ۲)

(۶) حضرت سعید بن عبیدؒ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہؒ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ہر چار رکعت کے بعد تھوڑا سا آرام کرنا) پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۷) یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۸) ابو الحسناءؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات پڑھائے۔ (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۹) حضرت نافعؒ بن عمرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہؒ ہمیں رمضان میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۱۰) یزید بن رومانؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ حضرت عمرؓ کے عہد میں ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔ (سنن الکبریٰ

للبیہقی ص ۴۹۶ ج ۲) یعنی ۲۰ تراویح اور تین وتر۔ تلک عشرۃ کاملہ

ان دلائل کے علاوہ بے شمار احادیث و آثار اور اقوال اور جمہور امت کا عمل اور اتفاق بیس رکعات کے ثبوت میں موجود ہے۔ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں منصہ شہود پر آ سکتا ہے جس کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔ تو آیئے اب ان روایات کا مختصر سا جائزہ لے لیں جن سے آٹھ رکعات تراویح کے پڑھنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

آٹھ رکعات تراویح

آٹھ رکعات تراویح کے ثبوت میں صرف اور صرف تین ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں سے ایک تو اس موضوع سے متعلق ہی نہیں اور دو باقی نہایت ضعیف ہیں۔ آٹھ رکعات تراویح کے ثبوت میں جو مرکزی دلیل پیش کی جاتی ہے اس کا اس موضوع سے دور کا بھی تعلق نہیں، کھینچ تان کر اس سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کی جاتی ہیں۔ وہ روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے جو درج ذیل ہے:

(ا) حدیث عائشہؓ

ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ (الحدیث، بخاری

ص ۱۵۴ ج ۱ و مسلم ص ۲۵۴ ج ۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر"

جو لوگ اس روایت سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں' ان کا خیال ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی ہے یعنی جو نماز تہجد کی ہوتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے۔ گویا تہجد اور تراویح رمضان میں ایک ہی نماز ہے۔ ہر ذی شعور اور صاحب خرد اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں لیکن یار لوگوں نے اپنی سہولت کی خاطر ان کو آپس میں خلط ملط کر کے آٹھ رکعات تراویح پر استدلال قائم کر لیا۔ یہ استدلال متعدد وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔

(ا) مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ حضورؐ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے مراد تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ وہ غیر رمضان میں نہیں ہوتی اور روایت میں غیر رمضان کا لفظ موجود ہے۔ اسی لیے امام بخاریؒ اور دیگر محدثین عظام نے اس روایت کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔ اور دیگر محدثین اور فقہاء کرامؒ نے اپنی کتب میں قیام رمضان (تراویح) کا باب علیحدہ باندھا ہے اور قیام اللیل (تہجد) کا باب الگ باندھا ہے

(لطیفہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اسی روایت

جس سے آٹھ رکعات تراویح کا بے بنیاد ثبوت پیش کیا جاتا ہے، اس روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں ثم یصلی ثلاثا پھر آپ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ جناب والا یہ بھی اسی روایت کا حصہ ہے اس پر عمل سے کیوں گریز کیا جاتا ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو۔ نیز حضرت عمرؓ کی جماعت والی سنت تو لے لی گئی یعنی سارا ماہ تراویح کی جماعت کرائی جاتی ہے جبکہ حضورؐ سے سوائے تین دن کے با جماعت ادا کرنے کا ثبوت نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کی رکعات والی سنت کو ترک کر دیا گیا بلکہ العیاذ باللہ بدعت عمری کا نام دیا گیا۔

(۲) اکثر محدثینؒ اس حدیث کو امام مالکؒ کی سند سے لائے ہیں جبکہ امام مالکؒ نے کبھی بھی اس سے تراویح پر استدلال نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو (نوافل سمیت) ۳۶ رکعات کے قائل و فاعل ہیں (ملاحظہ ہو المغنی لابن قدامہ ص ۱۶۷ ج ۲)

(۳) خود اس حدیث کی راویہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کبھی بھی عہد فاروقیؓ، عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ میں بیس رکعات والوں کے خلاف اسے پیش نہیں فرمایا حالانکہ یہ اس وقت تک حیات تھیں۔ اگر یہ غلط کام ہوتا تو اس پر ضرور نقد فرماتیں۔

(۲) حدیث جابرؓ

دوسری روایت جو آٹھ رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش

کی جاتی ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ وہ روایت یہ ہے

حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبد الله ثنا عیسی بن جاریة عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان لیلة ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیه حتی اصبحنا قال انی کرهت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر (الحدیث' قیام اللیل ص ۱۵۵ بحوالہ خیر المصابیح)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے پس جب آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور ہم نے امید کی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر۔"

جواب: اس روایت کو محدثین کرامؒ نے شدید جرح کے بعد ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

(۱) اس روایت کا ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ نے میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۷ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ بن معینؒ نے اس راوی کی نسبت لکھا ہے لیس

بذلک - یہ راوی قوی نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں اور امام نسائیؒ المتوفی ۳۰۳ھ اور امام ابو داوٗدؒ المتوفی ۲۷۵ھ نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائیؒ نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ ساجیؒ اور عقیلیؒ نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہؒ ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ کو لا باس کہا ہے اور دوسرے ابن حبانؒ ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے جبکہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا عیسیٰ بن جاریہ مجروح قرار پائے گا بالخصوص جبکہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں' وہ بہت ہی سخت ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ نیز مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری اہل حدیث نے ابکار المنن میں سخاویؒ کے حوالہ سے بغیر ردوکد کے یہ لکھا ہے منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق به الترک لحدیثه (ابکار المنن ص ۱۹۱ بحوالہ خیر المصابیح) منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے اس لیے عیسیٰ بن جاریہ کی یہ روایت قابل قبول نہیں بالخصوص جبکہ حضرت جابرؓ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد بھی ہے۔ دوسرا کوئی اس کا موید ومتابع بھی موجود نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

جابرؓ سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانیؒ نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا الاسناد (المعجم الصغیر للطبرانی ج ا ص ۱۹۰) یعنی جابرؓ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

(۲) دوسرا ضعیف راوی محمد حمید الرازی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تقریب التہذیب ص ۲۹۵ میں اس کی تضعیف کی ہے۔

تیسرا راوی

اس حدیث کا تیسرا راوی یعقوب بن عبد اللہ القمی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ المتوفی ۷۷۴ھ ایک روایت کے بعد لکھتے ہیں وھذا منکر جدا وفی اسنادہ ضعف ویعقوب ھذا ھو القمی وفیہ تشیع ومثل ھذا لا یقبل تفردہ بہ (البدایہ والنہایہ ص ۳۳۹ ج ۸) یہ حدیث سخت منکر ہے اس کی سند ضعیف اور یعقوب قمی شیعہ ہے۔ ایسے مسائل میں اس کا تفرد قبول نہیں ہے اور اس تراویح والی روایت میں بھی یہ منفرد ہے اور اس کی یہ روایت اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے لہذا امت کے اجماعی اور اتفاقی عمل کے خلاف ایسی ضعیف روایت پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) حدیث ابی بن کعبؓ

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء ابی بن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان منی اللیلۃ شئی قال وما ذلک یا ابی نسوۃ داری قلن انا لا نقرا القرآن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات والوتر فسکت عنہ و کان شبہ الرضا (الحدیث' قیام اللیل ص ۹۰ بحوالہ خیر المصابیح)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ کہا گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر بھی۔ آنخضرتؐ نے سکوت کیا اور یہ بات رضا مندی کے مشابہ تھی۔

جواب: (۱) اس روایت کی سند میں بھی یعقوب بن عبد اللہ القمی، عیسٰی بن جاریہ اور محمد بن حمید الرازی ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں۔

(۲) اس روایت میں یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ ضرور رمضان ہی واقعہ ہے کیونکہ مسند احمد اور طبرانی میں رمضان کا ذکر ہی نہیں ابو یعلی میں رمضان ہے جو کہ فہم راوی ہے نہ کہ روایت راوی۔ (مسند ابو یعلی الموصلی ص ۳۳۶ ج ۳)

(۳) اس میں مواظبت کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ مواظبت کے خلاف یہ جملہ درج ہے انہ کانت منی اللیلۃ شئی یعنی آج رات ایک عجیب بات ہو گئی۔

(۴) اس روایت کے راوی حضرت ابی بن کعبؓ عہد فاروقی میں خود بھی بیس رکعات تراویح پڑھاتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ روایت اجماعاً "متروک العمل" ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

○ ○ ○ ○

احقر محمد فیاض خان سواتی

مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم

جامع مسجد نور

فاروق گنج گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

۴ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ ۱۳ مئی ۱۹۹۷ء۔